-69
تا صفحہ 117-

اسلام میں تعزیری سزائیں

(عالم اسلام کے مشہور فقیہ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر کی کتاب „ التعزیر فی الشریعة الاسلامیة „ کی تلخیص)

صدیق ارشد خلجی

تعــریف

تعـزیر کے لغـوی معنی مـدد ، روکنے اور منـع کرنے کے ھیں ، مـدد سے منع اور روکنے کے معنـی اس لئے لیے گئے ھیں کہ کسـی کو بـرائی اور ظلـم سے منـع کـرنے یا کسـی کو ظلـم و زیادتـی سے بچانـا درحقیقت اس شخص کی مـدد کرنا ہے۔ یہ معـانی بظاھـر متضـاد ھیں - جیسے „ قـرآن کریم میں ارشـاد ہے : „ وتعـزروہ و توقروہ „ (یعنی اس کی مدد، عـزت و توقیر کرو) جب کسی شخص کو بـرائی سے روکا جاتا ہے تو یہ اس کے لئے نصـرت و مـدد ھی ھوتی ہے تاکہ اس کـی عـزت اور وقـار مجـروح نـہ ھـو اسـی مناسـبت سے عقـوبۃ (سـزا) کا نام تعزیر رکھا گیا ہے کیونکہ یہ آدمی کو پہلی مرتبہ یا دوبارہ جـرائم کے ارتکاب سے باز رکھتـی ہے اور اس کے عـزت و وقار کو برقرار اور مزید مجـروح ھونے سے بچاتی ہے۔

فقہاء کرام تعـزیر کی تعـریف یوں کـرتے ھیں کہ „ یہ ایک غـیر مقـررہ سزا ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العبـاد دونوں میں واجب ھوتی ہے اور ھـر اس جـرم میں دی جاتی ہے جس میں حـد اور کفارہ نہ

ھو حدود اور تعزیرات کی آپس میں قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں تادیب ، اصلاح اور زجر ہے » (۱) ۔

اگر کفارہ معصیت میں ہو تو تعزیر اور کفارہ دونوں جمع ھو سکتے ھیں اسی طرح حدود اور تعزیر بھی جمع ھو سکتے ھیں ۔

حدود اور تعزیر میں بنیادی فرق :

۱ ۔ حدود میں ھر جرم کی حد ایک مقررہ سزا یا سزائیں ھیں جنھیں مجرم پر جاري کرنا لازم ہے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ۔ حدود میں سربراہ مملکت کو کسی قسم کی تبدیلی اور معافی کا اختیار نہیں ہے ۔ جبکہ تعزیراتی جرائم کے لئے سزاؤں کا ایک سلسلہ ہے ، جو نصیحت سے لے کر کوڑے مارنے اور قید کرنے تک وسیع ہے ۔ اور خطرناک ترین جرائم میں مجرم کو سزائے قتل بھی دی جا سکتی ہے ۔ تعزیرات میں اولی الامر اور قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان سزاؤں میں سے جس سزا کو چاھے مجرم کے حالات ، اس کی نفسیات ، شخصیت ، اور اس کے سابقہ کردار ، اور یہ کہ اس زجر یا سزا سے وہ کس قدر متاثر ھو سکتا ہے کو پیش نظر رکھتے ہوئے جاری کر دے ۔ اسے یہ حق ہے بھی حاصل ہے کہ ایک سزا سے زیادہ دے دے اور اسے یہ بھی حق ہے کہ سزا میں تخفیف کر دے یا اس میں اضافہ کرے یا اگر مجرم کی تادیب کیلئے مناسب سمجھے تو سزا کے نفاذ ھی کو روک دیں ۔

۲ ۔ اولی الامر یا قاضی حدود میں سے کوئی حصہ ، یا پورا ، نہ خود معاف کر سکتے ھیں اور نہ ھی معاف کرا سکتے ھیں ، مثلاً قصاص ، جب تک صاحب حق یعنی ولی مقتول یا ولی قصاص خود معاف نہ کرے معافی کی اور کوئی صورت نہیں ۔

جبکہ اس کے برعکس حق اللہ میں تعزیراتی سزائیں تمام یا ان کا کچھ حصہ اولی الامر اور قاضی حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق معاف کر سکتے ہیں اور حق العباد میں صاحب حق کو بھی حق حاصل ہے کہ معاف کرے۔

۳۔ تعزیر چونکہ نصیحت اور تادیب ہے اسلئے اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مجرم بالغ ہو۔ نابالغ پر بھی تعزیر جاری کی جا سکتی ہے۔

اسلام فقط چند محدود جرائم کیلئے سزائیں مقرر کرنے پر کیوں اکتفا کرتا ہے ؟

اسلام دین فطرت ہے حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک بنی نوع انسان کی رشد و ھدایت کیلئے آیا ہے یہ کوئی وقتی اور عارضی لائحہ عمل نہیں ہے جو زمان اور مکان کے تغیر و تبدل کے ساتھ ختم یا ناقص ہو جائے۔ جہاں تک محدود جرائم کے لئے سزاؤں کو مقرر کرنے پر اکتفا کرنے کی حکمت یا سبب ہے تو وہ یہ ہے کہ تمام انسان چاھے دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں، سب کے سب مندرجہ ذیل اصولوں پر متفق ہیں۔ ان اصولوں کی جہاں، جب، اور جو بھی خلاف ورزی کرے وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

۱۔ اعتداء علی النفس : یعنی قتل عمد، یا ضرب شدید جس میں کوئی عضو تلف ہو جائے واجب قصاص تھا، ہے اور ہوگا۔ دنیا میں ایسا مذہب یا معاشرہ نہ تھا اور نہ ہوگا جس میں یہ عمل موجب سزا نہ ہو۔

۲ ـ **اعتداء علی العرض یا اعتداء علی النسل :** یعنی عزت و ناموس کی بے حرمتی کرنا جس سے نسل تباہ ہوتی ہے جیسے زنا ، جس سے عزت و ناموس کی تباہی کے ساتھ ساتھ نسل انسانی بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانا جو عزت و ناموس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں فتنہ اور فساد کا بھی موجب ہوتا ہے یہ اتنے بڑے جرائم ہیں کہ زمان و مکان کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ نہ تو ان کی سزاؤں کو ختم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں بنیادی تبدیلی کی جا سکتی ہے ـ یہ جرائم سارے انسانوں میں پہلے بھی قابل سزا تھے اور اب بھی قابل سزا ہیں ـ

۳ ـ **اعتداء علی المال :** یعنی کسی کے مال کو بغیر کسی شرعی اور قانونی طریقے کے چرانا یا اچک لینا یا زبردستی لینا یا باقاعدہ مسلح ہو کر ڈاکہ زنی قتل و غارت گری سے لینا اعتداء علی المال ہے۔

مذکورہ بالا جرائم ہر زمانے اور ہرقوم اور ہرمعاشرے میں واجب سزا تھے اور اب بھی واجب حد و سزا ہیں ـ کسی بھی حالت یا جگہ میں یہ جرائم نہ تو جائز قرار دیئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی قانونی اور معاشرتی طور سے قابل معافی ہیں ـ

۴ ـ **اعتداء علی امن الدولہ:** یعنی ملک کی امن و سلامتی اور بقاء کے خلاف بغاوت کرنا ریاست کے نظم و نسق کو درہم برہم کرنا ایک ایسا جرم ہے جو کسی بھی معاشرے اور کسی بھی جگہ میں متمدن و مہذب ہو یا غیر متمدن ، واجب سزا تھا اور ہے۔ اس میں زمان و مکان کے تغیر و تبدل کے ساتھ نہ تو کمی کی جا سکتی ہے اور نہ ہی مجرم کو کوئی رعایت دی جا سکتی ہے۔

۵ ـ **اعتداء علی العقل** : عقل ، حیوان اور انسان کے درمیان ایک ایسی حد فاصل ہے کہ انسان میں اس کا مفقود ہونا تو کیا اگر اس میں تھوڑی سی کمی اور نقص بھی پیدا ہو جائے تو انسان نہ مدعی بن سکتا ہے اور نہ ہی گواہ ، اسی طرح نہ وہ اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے اور نہ ہی اس پر جرم ثابت ہونے کے باوجود اس کو سزا اس وقت تک دی جا سکتی ہے جب تک وہ مکمل طور سے باعقل و شعور نہ ہو جائے ـ عقل ہی وہ جوہر ہے جس کی وجہ سے انسان معاشرتی ، اخلاقی اور قانونی ذمہ داریوں کا پابند ہوتا ہے ـ
ناقص العقل، نیم پاگل، معتوہ العقل مجنون، مرفوع القلم ہوتے ہیں ـ ،

عقل میں کس طرح نقص پیدا ہوتا ہے ؟

لڑکا جب تک عاقل بالغ نہ ہو اس وقت تک وہ قانون کی زد میں نہیں آ سکتا کیونکہ کم عمری کی وجہ سے وہ مکمل طور سے عاقل نہیں اور نہ ہی بالغ ہے ـ لیکن بلوغت کے ساتھ یہ لازم نہیں کہ انسان عاقل بھی ہو کیونکہ کم عمری کی وجہ سے کم عقلی کے علاوہ بھی آدمی پیدائشی طور پر پاگل (مجنون) یا نیم پاگل (معتوہ العقل) ہوتا ہے جو قانون کے کسی بھی ضابطے کی زد میں نہیں آتا ہے ـ پیدائشی کم عقلی اور نقص عقل مثلاً پاگل پن یا نیم پاگل پن کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں جن سے عقل انسانی نیم یا مکمل طور سے مفلوج ہوتی ہے ـ جن میں وقتی صدمہ ، ضرب شدید وغیرہ بھی ہے لیکن عقل انسانی کو سب سے زیادہ نشہ آور اشیاء متأثر کرتی ہیں ـ جو اچھے خاصے عاقل بالغ کو ناقص العقل ہی نہیں بلکہ اسے اس حد تک مفلوج العقل بناتی ہیں کہ وہ بجائے

اصلاح کے فتنہ و فساد برپا کرتا ہے اور ساتھ ہی اخلاقی ، معاشرتی اور قانونی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی سے جزوی یا کلی طور پر قاصر ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو ہر دور میں قابل مذمت اور موجب سزا تھا اور رہے گا ۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کچھ نشہ آور چیزیں ایسی ہیں جو بہت سے علاقوں میں مفلوج العقل نہیں ہوتی ہیں بلکہ مقوی و مصحح العقل ہوتی ہیں ۔ جیسے شراب جو فقہ میں بالاتفاق واجب الحد ہے لیکن اکثرُ معاشروں اور قوانین میں شراب نہ صرف غیر معیوب ہے بلکہ باعث عزت و وقار اور افتخار بھی ہے اور کچھ لوگوں کے نزدیک تو یہ مذہبی طور سے بھی ضروری ہے لیکن اس کے جواب میں عرض ہے کہ نشہ آور سے وہ اشیاء مراد ہیں جو مسکر اور مخمر یعنی جو عقل کو مفلوج اور ناقص کریں وہ شراب ہو یا ہیروئن و مرفیا اور کوکین وغیرہ ہوں ۔ سکر اور خمر کی تعریف کے بارے میں اگرچہ فقہاء کرام نے یہاں تک کہدیا ہے کہ سکر وہ ہے جس سے مسکر زمین اور آسمان میں تمیز نہ کر سکے دوسری جگہ میں ذکر ہے جو محارم اور غیر محارم مین تمیز نہ کر سکے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کیا بول رہا ہے یا کر رہا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکارىٰ حتىٰ تعلموا ما تقولون (۲) ۔ یعنی اے ایمان والو اگر تم نشے میں ہو تو نماز نہ پڑھو۔ یہاں تک کہ تم یہ نہ سمجھو کہ تم کیا کر رہے ہو۔

نشہ آور اشیاء کی دو قسمیں ہیں :

۱ ۔ نشہ آور اشیاء کی ایک قسم یہ ہے کہ انھیں مسلسل استعمال کرنے سے اور ان کے عادی بن جانے سے انسان کے معمولات میں کوئی

خاص فرق نہیں آتا بلکہ بسا اوقات بہت سے لوگ اس نشہ کو ذہنی، فکری اور جسمانی تقویت کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے دنیا کے اکثر ملکوں میں شراب کا استعمال ہے لیکن یہی شراب جو معمول کے مطابق پی جاتی ہے اگر حد سے زیادہ پی جائے تو یہ نہ صرف انسانی عقل کو مفلوج کر دیتی ہے بلکہ باعث ہلاکت و تباہی ہوتی ہے اور عام حالات میں پینے والا اس حد تک مفلوج العقل ہوتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا آدمی اس کو سہارا نہ دے تو وہ چلنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا حالانکہ ان ممالک میں انسداد منشیات کے ادارے قائم ہیں ۔ حشیش پر جو شراب سے بالکل کم درجے کا نشہ ہے ۔ مکمل پابندی لگائے ہوئے ہیں اور قانوناً ممنوع ہے ، اس کے کاروبار کرنے والوں کے خلاف نہ صرف انتظامیہ اندرون ملک کارروائی کرتی ہے بلکہ انٹرپول سے بھی مدد لی جاتی ہے ۔ لیکن شراب کے انسداد کے لئے یہ لوگ کچھ بھی نہیں کرتے ، جو ان چیزوں سے زیادہ مضر نہیں تو کم بھی نہیں ۔

۲ ۔ دوسری قسم کی نشہ آور اشیاء وہ ہیں جو مسلسل استعمال کرنے کے باوجود ان کا اثر شراب کی طرح نہیں ہوتا ، بلکہ کافی عرصہ تک استعمال کے بعد بھی جب انہیں استعمال کیا جائے تو فوراً مؤثر ہوتی ہیں اور آدمی کے ہوش و حواس مفلوج کر دیتی ہیں ۔ اور اس وقت تک آدمی بے ہوش و بے جان رہتا ہے جب تک ان کا اثر باقی رہتا ہے ۔ جیسے مارفیا کا ٹیکہ ، کوکین ، ہیروئن اور راکٹ کیپسول وغیرہ کے استعمال کرنے کے بعد آدمی بالکل اس وقت تک مغلوب العقل رہتا ہے ۔ جب تک ان نشہ آور اشیاء کا اثر باقی ہوتا ہے ۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر

سکتا مسلم ہو یا غیر مسلم ، روحانیت کا قائل ہو یا منکر۔ اس سے یہ بھی بالکل واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عقل کو مغلوب کرنے والی چیزوں کا استعمال مجموعی طور پر بلا اختلاف مذہب اور مکان و زمان موجب سزا ہے۔ مزید یہ کہ ترقی یافتہ ممالک جو زیادہ تر غیر مسلم ھیں ، عقل کو مغلوب کرنے والی اشیاء کے استعمال کی وجہ سے ترقی پذیر اور مذہبی ممالک کے مقابلہ میں زیادہ مشکلات اور مصائب سے دوچار ھیں۔ ھر سال انسداد منشیات کیلئے اربوں ڈالر خرچ کرتے ھیں لیکن اس کے باوجود منشیات سے ہزاروں جانیں ضائع ہوتی ھیں اور ہزاروں لوگ ان خطرناک اور عقل کو زائل کرنے والی منشیات کے استعمال کرنے کی وجہ سے زندگی سے بیزار ہو جاتے ھیں اور ھپی بن کر پاگلوں کی طرح دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ھیں۔

جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ ایسا جرم ہے جو بغیر تفریق مذھب ، مکان اور زمان کے انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے واجب سزا ہے۔ یہی روز اول سے اسلام چاھتا ہے کہ فرد اور افراد ، معاشرہ اور ریاست سب کے سب خوشحال پر امن اور صحیح سلامت رھیں اور ان سب کی حفاظت کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی انوکھی چیز پیش نہیں کرتا جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے (ما کنت بدعا من الرسل) ،، یعنی اے رسول آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں کوئی نئی اور انوکھی چیز لانے والا رسول نہیں ہوں ،، بلکہ نسانی فلاح و بہبود کے لئے آدم سے لے کر قیامت تک صحیح اصول و ضوابط جنہیں مجھ سے پہلے انبیاء اور رسل لوگوں تک پہنچاتے رہے ھیں اور انکی یادھانی کراتے رہے ، میں بھی انہی اصول و ضوابط کو انسانیت تک پہنچانے آیا ہوں۔

٦ ـ اعتداء علی الدین

یعنی دین سے پھر جانا ، مرتد ہونا ، اگر کوئی مرتد ہو جائے اور یہ معاملہ اس کی ذات تک محدود ہو تو اس کے بارے میں قرآن کریم نے سوائے اخروی وعید کے کوئی اور حد اور سزا وغیرہ کا ذکر نہیں کیا ہے جیسے کہ ارشاد ہے ,, ومن یرتدد منکم عن دینه فیمت وھو کافر فأولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والأخرة و اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون ۔ (البقرہ ۔ ٢١٧) یعنی جو کوئی بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور اس حال میں کہ وہ کافر ہے مر جائے تو یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں اور ہمیشہ جنہم میں ہونگے ۔

احادیث میں فقط تبدیل دین کی وجہ سے قتل کا ذکر نہیں ہے بلکہ تبدیل دین کے ساتھ ساتھ امت میں تفرقہ بازی کرنا بھی ہے جس سے پرامن ماحول ، شہر ، قوم اور ملک میں فتنے و فساد پیدا ہونے کا خطرہ اور خدشہ ہو تو ایسے آدمی یا آدمیوں کو تین دن یا اس سے زیادہ جیسے مناسب سمجھا جائے مہلت دی جائے کہ وہ یہ نیا فتنہ بند کرے ۔ اگر وہ ان نئے نظریات کے پرچار سے باز آ جائے اور وعدہ کرے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا ۔ تو اسے معافی دی جائے ورنہ اُسے اسی طرح قتل کیا جائے جیسے سیدنا صدیق اکبر نے منکرین زکاۃ اور اهل بدعت وردت کو قتل کیا تھا ۔

ایک صحیح حدیث مذکورہ بحث کی مکمل تائید کرتی ہے جس کے آخری جملے میں ہے (التارک لدینه المفارق للجماعة) یعنی اس تارک دین اور مرتد کو قتل کیا جائے جو امت میں تفرقہ بازی ، فتنه و

فساد برپا کرکے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرے ۔ خلاصہ یہ کہ اسلام نے چند محدود جرائم کی سزا پر جو اکتفا کیا ہے وہ ایسے جرائم ھیں جن کی سزائیں زمان و مکان کی تبدیلی اور وقت و مصلحت کے تغ کی وجہ سے کبھی تبدیل نہیں ہوئیں اور نہ ہی کبھی تبدیل ہوں گی ۔ یہ جرائم اور ان کی سزائیں کسی ایک قوم مذہب یا علاقے اور معاشرے تک محدود نہیں ھیں بلکہ یہ سب اقوام اور علاقوں اور مذاہب ادیان آدم سے لے کر اب تک اور اس کے بعد قیامت تک قائم اور جاری رہیں گے یہ وہ سنۃ اللہ ہے جو غیر متبدل ہے یہی وہ حکمت اور سبب ہے جس کی بنا پر اسلام نے یہ اصول دیئے ھیں کیونکہ اسلام آدم سے چلا آ رہا ہے اور ان محدود جرائم کی سزاؤں کا تعین پہلے ھی سے کیا ہے ۔ اور ان کے علاوہ دیگر جرائم کی سزاؤں کو اولی الامر اور قضاۃ پر چھوڑ دیا ہے ۔ کیونکہ قرآن کریم جو اللہ کا آخری پیغام ہے نے ان ابدی اصول کو پیش کر کے وضاحت کی کہ میں نئی اور انوکھی چیز لے کر نہیں آیا ہوں ۔ جیسے کہ ذکر کیا جا چکا ہے اسلام دین فطرت ہے وہ فطرت جو فطر الناس علیھا ایسے کوئی بھی اصول و ضوابط انسانوں کو نہیں دیئے ھیں جو عارضی اور ناقص ہوں ، اور جو زمان و مکان کے تغیر و تبدل کے متحمل نہ ہو سکتے ہوں ۔

وقتی اور فروعی جرائم اور ان کی سزائیں

اسلام نے بنیادی اور اصولی جرائم کی سزائیں جو اسلامی قانون میں حدود اور قصاص وغیرہ کے ناموں سے مشہور ھیں اس لئے مقرر کی ھیں کہ یہ جرائم ھر دور ، ھر مذہب ، معاشرے ، قوم

اور ہر زمان و مکان میں متفقہ طور پر واجب سزا تھی ، اور ہیں ، اور یہ ایسے جرائم ہیں کہ تبدیل زمان و مکان اور مذہب و قانون کی وجہ سے اس میں نہ تو تبدیلی اور بنیادی تغیر ہوا ہے اور نہ ہی ہوگا ، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے آدم سے لے کر تاقیامت اسی کو برقرار رکھا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے جرائم کیلئے سزائیں اس لئے مقرر و متعین نہیں کی ہیں یہ جرائم بنیادی اور اصولی نہیں بلکہ فروعی اور وقتی ہیں اس لئے ان کی سزائیں بھی وقتی ہیں۔ اسلام نے انہیں ہر دور اور ہر جگہ میں قاضیوں اور اولی الامر کے سپرد کر دیا ہے جن کا نام اسلامی فقہ میں تعزیر ہے۔

تعزیر

ان جرائم پر تادیب اور مناسب زجر و تنبیہہ کو تعزیر کہتے ہیں جس کیلئے کوئی سزا مقرر نہ ہو جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے تعزیرات اصلاح اور تنبیہ دونوں کیلئے بطور تادیب کے دی جاتی ہیں۔

حدود اور تعزیرات میں بنیادی فرق

تعزیر ایک ایسی سزا ہے جو نصیحت سے لے کر کوڑے مارنے ، قید کرنے اور زیادہ خطرناک جرائم میں قتل کرنے تک پھیلی ہوئی ہے اور مزید یہ کہ قاضی اور اولی الامر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ سب سزائیں مجرم پر جاری کریں یا ان سزاؤں میں سے جس سزا کو مجرم کے حالات گرد و پیش ، اس کے نفسیات ، سابقہ کردار ، کے مناسب سمجھیں ، وہ جاری کر دیں ۔ اور انہیں یہ حق بھی حاصل ہے کہ ایک سے زیادہ سزائیں دے دیں اور یہ بھی حق حاصل ہے کہ سزا میں تخفیف یا زیادتی کریں ، یا مجرم اور گرد و پیش کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سزا کے نفاذ کو روک دیں ۔ اسلام

چونکه بنی نوع انسان کیلئے ایک ایسا ضابطۂ حیات ، اور لائحہ عمل ہے جو خاص وقت اور علاقے اور خاص قوم اور لوگوں کیلئے نہیں بلکہ ھر مکان و زمان اور ہر دور ، ہر معاشرے اور قوم کیلئے تا قیامت ایک ترقی پسند اور مسلسل ارتقائی نظام حیات ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ کے ہاں انسانوں کیلئے ضابطۂ حیات اور لچکدار لائحہ عمل صرف اسلام ھی ہے ۔ ایسا ضابطۂ حیات کس طرح فروعی اور وقتی جرائم کی سزائیں مقرر کرتا اور جزوی اور فروعی معاملات میں احکام صادر کرتا ۔ جہاں اصول کے ساتھ بعض جزیات بیان کئے گئے ھیں وہ بھی معلول بالعلہ ہے ۔ کیونکہ دین فطرت ، دین انسانیت ہے ۔ جبکہ فروعی وقتی اور علاقائی جرائم زمان و مکان ترقی اور پسماندگی کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تبدیل اور تغیر پذیر ھوتی رھتی ھیں ۔ آج کل جو فروعی جرائم ھیں ان کا پہلے زمانوں میں تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ اسی طرح آج کل یورپ ، امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ علاقوں میں جو نئے نئے جرائم ایجاد ھو رھے ھیں وہ کسی پسماندہ علاقوں میں نہیں ھیں ان جرائم پر مناسب تعزیر دینا وھاں کے حکام کا کام ہے کیونکہ وہ اپنے معاشرے کو اچھی طرح جانتے ھیں اور جرائم کا سدباب بھی اسی ماحول کے مطابق کر سکتے ھیں ۔ اسلام کا پیش کردہ یہ نظام قیامت تک اسی طرح جاری و ساری ھوگا ۔ اصول اپنی جگہ قائم و دائم ھونگے اور فروعی مسائل و جزیات زمان و مکان ، ترقی و پستی کے مطابق تبدیل اور متغیر ھوتے جائیں گے (۳) اولی الامر اور قضاۃ ان کے نئے نئے حل تلاش کرکے مناسب سد باب کرتے رھیں گے ۔

تعزیر کب اور کن جرائم میں واجب ہے

یہ امر متفق علیہ ہے کہ تعزیر معصیت (نافرمانی) پر دی جاتی ہے جس میں حد اور کفارہ نہ ہوں۔

معصیت سے کیا مراد ہے

اس پر بھی اتفاق ہے کہ ترک واجب اور ارتکاب فعل حرام معصیت ہے یعنی جو کام کسی پر واجب العمل ہے وہ اسے چھوڑ دے تو تعزیر واجب ہے اسی طرح ایسے امر کا ارتکاب کرنا جو اس پر حرام ہے وہ واجب تعزیر ہے بشرطیکہ اس فعل حرام میں کوئی سزا مقرر نہ ہو۔

۱ ۔ ترک واجب کی چند مثالیں

زکوۃ سے انکار ، امانت میں خیانت کرنا ، غصب کردہ مال مالک کو واپس نہ کرنا ، فروخت شدہ مال میں جو عیوب ھیں اس کو مشتری سے چھپانا کیونکہ ان عیوب کا بیان کرنا اس پر واجب ہے۔ اسی طرح کسی کو مکان یا اور کوئی چیز کرایہ پر دینے سے پہلے اس کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ عیوب کا اظہار نہ کرنا بھی ترک واجب ہے اگر اس نے چھپایا تو واجب تعزیر ہے اسی طرح کسی عورت سے نکاح کرنے سے پہلے اپنے حالات سے اسے آگاہ کرنا واجب ہے کتمان کی صورت میں واجب تعزیر ہے اسی طرح گواہ اور مخبر کا ایسی خبر کو چھپانا جس خبر کا دینا اس پر واجب ہے چاھے ملکی سالمیت سے متعلق ھو یا کسی ایسے معاملے کے متعلق ھو جس میں فرد اور افراد کا لازمی مفاد ھو جیسے کسی چیز کے نجاست اور غلاظت کے بارے میں خبر دینا اور لوگوں کو مطلع کرنا واجب ہے۔ خبر نہ دینے کی صورت

میں تعزیر واجب ہے۔ اسی طرح بغیر شرعی عذر کے عہدہ قضا اور افتاء سے انکار کرنا کیونکہ بوقت ضرورت اس پر واجب بلکہ فرض ہے کہ اس عہدے کو قبول کرے ۔ ترک کرنا واجب تعزیر ہے۔

۲ ۔ ارتکاب محظور یعنی حرام فعل کا ارتکاب کرنا ۔ جیسے جھوٹی گواھی دینا سود کا کاروبار کرنا مجرموں کو چھپانا ، ان پر پردہ ڈالنا ، ان کو اپنے پاس پناہ دینا ، جھوٹی قسمیں اٹھانا ، ملاوٹ کرنا ، چور بازاری کرنا ۔ کسی غیر عورت بوسہ لینا اس سے معانقہ کرنا اور اسے تنہائی میں لے جانا اور وہ چوری جس پر کسی وجہ سے قطع یدِ کا حد جاری نہ ہو سکے مثلاً نصاب سرقہ کا مکمل نہ ہونا یا مال حرز سے نہ چرایا ہوا ہو اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ھیں جن کے ارتکاب پر تعزیر واجب ہوتی ہے۔

تعــزیر کی مختلف قسمیں

تعزیر اگرچہ زبانی نصیحت ، استعاروں و کنایوں سے اس عمل کا ذکر کرنا جس کا وہ ارتکاب کر چکا ہے ، قاضی کی طرف سے ، تنبیہہ وغیرہ ہے لیکن پھر بھی اس کی بہت سی قسمیں ھیں جو مناسب مواقع پر ان سے کام لیا جاتا ہے لیکن بنیادی طور پر تعزیر کی پانچ قسمیں ھیں ۔

۱ ۔ اعـدام یعنی قتل کی سزا ۔ (۲) جلـد یعنـی کوڑے مارنـا ۔ (۳) حبس یعنی مجرم کو قید کرنا ۔ (۴) جرمانہ کرنا ۔ (۵) ملک بدر کرنا ۔

اعـدام نفس یعنی قتل کی سـزا

احناف کے نزدیک کسی کو بھی بھاری چیز جیسے پتھر لاٹھی وغیرہ سے قتل کرنے پر حد قصاص نہیں اور عورت کے ساتھ اس کی

پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرنے پر حد نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ عمل بار بار کرے تو امام اور اولی الامر کو حق ہے کہ وہ ایسے مجرم کو سزا قتل دے اور اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ اگر وہ محسوس کرے کہ یہ جرم بہت بڑا اور خطرناک ہے تو حد سے بھی زیادہ سزا دیں صحابہ کرام بھی اس قسم کے جرائم میں مجرم کو قتل کرتے تھے اس لئے اس قتل کو سیاست اور مصلحت کا نام دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے جمہور علماء کا یہ خیال ہے کہ جو رسول اللہ کو گالی دے اسے سیاسۃً قتل کیا جائے ۔ اسی طرح بار بار چوری کرنے والے چور کو قتل کرنے کی اگر ضرورت ہو اور اس میں مصلحت اور سیاست ہو تو اس کو لازماً قتل کیا جائے ۔ اسی طرح شہر میں خنق یعنی لوگوں کے گلے گھوٹنے والے کو قتل کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ زمین میں فساد کرتا ہے ۔ جادوگر یا زندیق جو لوگوں کو دعوت گمراھی دیتا ہے اور فساد برپا کرتا ہے اگر توبہ سے قبل گرفتار کر لیا جائے تو اس کو قتل کیا جائے ۔ مالکیہ کے نزدیک بھی بعض خطرناک جرائم جن پر حد نہ ہو قتل ضروری ہے جیسے مسلمان جاسوس جو مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرتا ہو اسی طرح دین میں فساد و بدعت کا پرچار کرنے والے کو قتل کیا جائے ۔ حنابلہ بھی مالکیہ کے ساتھ اس پر متفق ھیں مزید ان کے نزدیک ایک اصول یہ ہے کہ ہر وہ آدمی جس کے فساد کا سوائے قتل کے اور کوئی علاج اور مدافعت نہ ہو اسے قتل کرنا ضروری ہے ۔ اور اس شخص کا قتل کرنا بھی ضروری ہے ، جو مسلسل فساد کرتا ہو ۔ اور جو آدمی حدود مثلاً ھاتھ کاٹنے ، قید کرنے اور کوڑے لگانے سے بھی باز نہیں آتا ہے اسے لازماً قتل کیا جائے ۔

شوافع کے نزدیک اہل بدعت کو قتل کرنا جائز ہے اور لواطت کی تعزیر پر سزا قتل ہے دونوں کو قتل کیا جائے محصن و غیر محصن کا کوئی فرق نہیں ۔ اگر مفعول بہ کے ساتھ جبر کیا گیا ہو تو سزا معاف ہے ۔ جن جرائم میں متفقہ طور پر تعزیر قتل ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱ ۔ جاسوس

۲ ۔ کسی بھاری چیز جیسے پتھر لاٹھی وغیرہ سے قتل کرنا (شرط مذکورہ یعنی فعل مکررہ کے ساتھ)

۳ ۔ لواطت (اسی طرح مساحقت)

۴ ۔ دین میں فتنہ اور بدعت برپا کرنے والا لواطت پر قتل کرنے کے علاوہ اور بہت سی سزائیں ہیں مثلاً فاعل مفعول دونوں کو آگ میں جلانا ۔ اور اونچی جگہ یا مکان سے گرا کر اس کو پتھر مار کر قتل کرنا حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں یہ مسئلہ پیش آیا تھا ۔ آپ نے خالد بن ولید کے خط کے جواب میں لکھا کہ ایسے مجرموں کو آگ میں جلا دو ۔

خلاصہ کلام یہ کہ مجموعی طور پر سب کے نزدیک ایسے بڑے اور خطرناک جرائم جن میں حدود نہیں ہیں ۔ تعزیر میں قتل کی سزا بعض اوقات ضروری ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ بعض ایسے جرائم ہیں (خصوصاً آج کل) جو ان جرائم سے بھی زیادہ خطرناک و باعث فتنہ ہیں جن کی سزا حد و قصاص ہے ۔ اور ایسے مجرم ہیں جن کی رگوں اور ذہنوں میں جرائم رچے بسے ہیں کہ مجرم ان جرائم ہی کی وجہ سے خوش و خرم رہتے ہیں ان کو بڑے سے بڑے جرائم کے ارتکاب کا نہ تو خوف و خطرہ ہے اور نہ مقررہ سزا سے ان کی اصلاح

و روک تھام ہو سکتی ہے۔ ایسے جرائم اور مجرموں سے معاشرے اور لوگوں کی جان و مال ، عزت و ناموس کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ تعزیر میں ان کو قتل کی سزا دی جائے۔ کیونکہ ایسے جرائم اور مجرموں سے مملکت کی امن و سلامتی داخلی اور خارجی دونوں متاثر ہوتی ہے اور ہوئی ہے۔

۲ ـ تعزیر بالجلد یعنی درے لگانا

قرآن کریم میں ہے وللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن ـ یعنی وہ عورتیں جنکی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو تو ان کو وعظ نصیحت کرکے سمجھاؤ اگر نہ مانیں تو ان سے سونے میں علیحدگی اختیار کرو اور اگر وہ اس سے بھی باز نہ آئیں تو ان کو مارو پیٹو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرب تعزیر ہے۔ اور درے لگانا ضرب یعنی مار پیٹ کی ایک قسم ہے۔ حریہ کو چراگاہ سے چرانے پر دوھری قیمت ھے اور عبرت کیلئے مار پیٹ جائز ہے۔ ابو بردہ کی حدیث ہے لایجلد فوق عشرہ اسواط الافی حد من حدود اللہ ـ یعنی سوائے حدود کے کسی مجرم کو دس دروں سے زیادہ نہ لگائے جائیں مگر ایک دوسری حدیث میں ہے جو آدمی اپنی بیوی کی لونڈی سے صحبت کرے اگرچہ اس کی بیوی نے اس کُیلئے حلال کیا ہو تو اس کو سو درے لگائے جائیں ـ یہ سو درے حد کے درے نہیں تھے بلکہ تعزیر کے درے تھے ـ

خلفاء راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں کے حکام سب کے سب کوڑے مارنر کو تعزیر میں بطور سزا کے جاری کرتے تھے اور اس پر اجماع ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک ادمی کو جس نے جعلی خط اور

اس پر جعلی مہر لگا کر بیت المال سے رقم لینے کی کوشش کی تھی لیکن بیت المال کے امین نے اس کو پکڑ لیا ، تین سو تعزیری درے لگائے تھے ۔ اسی طرح ہر وہ جرم جس میں کسی نہ کسی وجہ سے مجرم حد سے بچ جائے تو اس پر تعزیر لگانا قاضی اور اولی الامر کا کام ہے جیسا اور جتنا مناسب سمجھیں کوڑے ماریں ، اور ساتھ ہی کوئی اور بھی سزا دیں تباہ کار ، مفسد اخلاق اور جاسوس کی تعزیر دوسری سزاؤں کے علاوہ کوڑے لگانا بھی ہے ۔ اسی طرح ڈاکوؤں کو اگر جرم سے پہلے گرفتار کر لیا تو ہر ایک کو سو درے مارے جائیں گے اور ایک سال قید ہوگی ۔

تعزیر میں کوڑوں کی تعداد

چند وقتی اور غیر مستند احادیث کی بنا پر تعزیر میں کوڑوں کی تعداد کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ حد سے کم ہونا چاہیے ایک ہی کیوں نہ ہو ۔ مثلاً اگر غیر محصن زانی کی حد سو درے ہے تو تعزیر ننانوے ہوگی اور اگر حد خمر چالیس درے ہے تو تعزیر انتالیس ہوگی اسی طرح حد قذف اسی درے ہیں تو تعزیر پچتر ہوگی ۔ اس طرح اور بھی مختلف اقوال ہیں جن میں اس حدیث پر لفظی طور پر عمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ تعزیر حد سے کم ہوتی ہے ۔ مثلاً ابوحنیفہ کے نزدیک تعزیر ۳۹ دروں سے زیادہ نہیں ہوگی ۔ ابویوسف کے نزدیک اسی درے ہیں اور دوسری روایت میں ۷۹ درے ہیں ۔ ظاہر روایتیں ابویوسف سے ۷۵ درے مروی ہیں ۔ مختصر یہ کہ فقہاء حضرات سے اس بات میں اتنی روایات ہیں جنہیں ضبط تحریر میں لانا مشکل اور بے سود ہے ۔ ابن

تیمیه فرماتے ھیں که تعزیر حسب مصلحت اور بقدر جرم دی جاتی ہے اولی الامر کو چاھیئے که اس میں اجتہاد کرے اچھا یه ہے که جن جرائم میں حدود مقرر ھیں ان کی سزائیں کے جرائم میں تعزیر حد سے کم ھو ۔ مثلاً چوری بغیر نصاب کامل کے ھاتھ کاٹنے تک نہیں پہنچتی چاھیئے ۔ تعزیر فی القذف بغیر زنا حد قذف تک نہیں پہنچنی چاھیئے ۔ اس لئے رسول اللہؐ نے اس آدمی کو جس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کیا تھا ۔ سو درے مار کر حد زنا محصن جو رجم ہے سے اسے بچا لیا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر نے اس مرد اور عورت کو جو ایک لحاف میں پائے گئے تھے سو سو درے مارے اور بیت المال سے جعلی مہر کے ذریعے رقم لینے والے کو تین سو درے مارے ۔ اسی بنا پر مالکیه کے نزدیک راجح یه ہے که اولی الامر کو یه حق ہے که وہ وقت کے تقاضوں اور ضرورت و مصلحت کے مطابق تعزیر میں اضافه کرے یه خیال کئے بغیر که تعزیر حد سے بڑھتی ہے یا نہیں

ویسے بھی تو قاضی کو ۳۹ ۔ ۷۵ ۔ ۹۹ تک درے لگانے کا اختیار ہے لیکن اس کے باوجود تعزیر ایک ایسی سزا ہے جس کا اختیار ولی الامر اور قاضیوں کے سپرد ہے که وہ حالات ، واقعات ، وقت اور مقام کے مطابق فیصله کریں ۔

تعزیر بالحبس یعنی کسی کو قید کرنا

اگر قاضی اور اولی الامر یه مناسب خیال کریں که مجرم کے قید کرنے سے لوگ اس کے ضرر اور بگاڑ سے محفوظ ھو سکتے ھیں تو مجرم کو قید تنہائی میں رکھے ۔ اس پر عہد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ، خلفاء راشدین اور بعد کے زمانوں میں عمل ھوا ہے اور

قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جیسے ارشاد ہے
فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفاهن الموت او یجعل الله لهن سبیلا (۴)
یعنی اگر عورتیں آپس میں ہم جنس پرستی کریں تو ان کو (دیگر سزاؤں کے علاوہ بطور علاج) گھروں میں بند کرو یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی سبیل نکالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ اگر کوئی کسی آدمی کو پکڑے رکھے تاکہ دوسرا اس کو قتل کرے تو قاتل کو قتل کرو اور اس کو پکڑنے والے کو اس وقت تک جیل میں ڈالو جب تک وہ رگڑ رگڑ کر مر نہ جائے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے آثار اور واقعات ہیں جن میں مجرم کو قید تنہائی میں رکھا جاتا تھا۔ لہذا ایسے جرائم جن میں حدود نہیں تعزیر ہے مجرم کو قید تنہائی میں رکھنے پر اجماع امت ہے۔ بعض مواقع پر حبس کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ کیونکہ مجرم کے جرائم، شروفساد سے فوری طور پر بچنے کیلئے یہ ایک فوری علاج ہے۔ اور اس کے بعد مزید جرائم کے ثبوت کے بعد اسے مناسب سزا یا سزائیں جس طرح اولی الامر اور قاضی مناسب سمجھیں دیدے۔ اگر صرف حبس کافی ہو تو بھی اس میں کچھ اضافہ کرے۔ اگر حبس کے ساتھ ساتھ دوسری سزائیں ضروری ہوں تو بھی اس پر نافذ کرے۔

بنیادی طور پر حبس کی دو قسمیں ہیں۔

تعزیر میں حبس یا دوسری سزائیں اگرچہ حاکم اور اولی الامر کو سپرد کی جاتی ہیں مگر ایسے مقدمات میں تعزیراتی جرائم کی نوعیت شدت و خفت مجرم کے حالات اور زمان و مکان کے اختلاف و تبدیلی کے ساتھ ساتھ مختلف اور تبدیل ہوتی جاتی ہیں اس میں

شرط یہ ہے کہ مجرم کو ایسی عبرت نصیحت اور تنبیہ ہونا چاہیئے جو اس کے لئے کافی ہو اور آئندہ کیلئے جرائم کے ارتکاب سے اس کو باز رکھے۔

مگر حبس کو محدود اور غیر محدود مدت میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حبس محدود فقہاء کرام کے نزدیک مجلس قضاء میں حضوری سے لے کر ایک سال تک ہے۔ اس کا دارومدار جرم کی نوعیت پر ہے اسی وجہ سے اس میں مختلف اقوال ہیں مثلاً ایک دن آدھا ماہ ایک ماہ دو مہینے تین ماہ اور چھ ماہ ۔ اور ایک سال یہ سب فقہاء کرام کے نزدیک حبس محدود میں داخل ہیں ۔

۲ ۔ اس حبس میں جس کی مدت غیر محدود ہو جب تک محرم مکمل طور سے توبہ نہ کرے اور اس کی پوری طرح اصلاح نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو قید تنہائی میں رکھا جائے گا ۔ اور اگر توبہ نہ کرے اور اپنی اصلاح بھی نہ کرے تو اس وقت تک قید میں رہے گا جب تک کہ وہ مر نہ جائے ۔

عورتوں اور لڑکیوں کو دھوکے سے ورغلا کر گھروں سے لے جانا اپنے ماں باپ اور خاوندوں سے بدگمان کرانا ان کے اخلاق کو بگاڑنا ایسا جرم ہے۔ جس کے مرتکب کو دیگر تعزیراتی سزاؤں کے علاوہ اس وقت تک قید تنہائی میں رکھا جائے جب تک اس کی مکمل اصلاح نہ ہو جائے اور وہ توبہ نہ کرے ۔

مجرم کو ملک بدر کرنا

کسی کو ملک یا شہر بدر کرنا تعزیری سزا ہے جس کے ثبوت کے لئے اگرچہ نص کی ضرورت نہیں کیونکہ تعزیر اولی الامر کے

صواب دید پر ہے جس طرح وہ مناسب سمجھے ویسی ھی سزا تجویز کر سکتا ہے مگر پھر بھی اس کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت اور دیگر آیتیں ھیں جو تعزیر کیلئے اصول ھیں ,, انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسول ویسعون فی الارض فساد ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ،، یعنی سزا ان لوگوں کی جو اللہ اور رسول کے ساتھ محاربت کرتے ھیں اور زمین میں فساد کرتے ھیں یہ ہے کہ انھیں قتل کیا جائے۔ یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ھاتھ پاؤں الٹے کاٹے جائیں یا انھیں ملک یا شھر بدر کیا جائے۔ آیت کریمہ کی آخری سزا یعنی ملک یا شھر بدر کرنا ایک ایسی تعزیری سزا ہے جیسے دیگر تعزیراتی سزائیں مثلاً جلد اور مجرم کو جیل میں ڈالنا یا سزائے قتل سب کے سب تعزیراتی جرائم کیلئے سزائیں ھیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کسی مجرم کو تعزیراً ملک یا شھر بدر کرنا ایک سزا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اور بعد کے مختلف ادوار میں عمل ھوتا رھا ہے۔ یہاں پر پھر عرض کرنا ضروری ہے کہ تعزیر کے لئے نص شرعی یا کسی جزوی حکم کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ متفقہ طور سے قاضی اور اولی الامر کے سپرد ہے (۵) ۔ تعزیر کے بارے میں عہد رسول اور بعد کے زمانوں کے چند احکام اور فیصلوں کو نقل کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ جرائم غیر منصوص العقوبات پر ایسی ھی تعزیری سزائیں جاری کی جائیں کیونکہ آج کل کے مجرموں اور جرائم کے نفسیات زمان و مکان کے تغیر و تبدل اور جرائم کی نوعیت میں چودہ سو سال پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ فرق ہے۔ آج کل کے جرائم موجودہ حالات کے مطابق ھی حل کئے جا سکتے ھیں اس عہد کے

جرائم اور ان کے فیصلوں کا ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے ، کہ اس دور میں جرائم غیر منصوص العقوبات میں اس طرح سزائیں دی جاتی تھیں ۔ جیسے کہ تعزیر کی بحث کی ابتداء میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ تعزیر ترک واجب اور ارتکاب محظور یعنی حرام پر دی جاتی ہے ان دونوں اصولوں کو قرآن کریم نے ذکر کیا ہے ۔

ترک واجب کے بارے میں ارشاد ہے ,, واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن من فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا (٦) ۔ یعنی وہ عورتیں جنکی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو تو انہیں نصیحت کرو اور سمجھا دو اگر نہ مانیں تو انہیں اپنی خوابگاہوں سے الگ کرو پھر بھی نہ مانیں تو پھر انہیں مارو پیٹو ۔ ارتکاب حرام کے بارے میں ارشاد ہے ۔ واللاتی یاتین الفاحشه من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت اور یجعل الله لهن سبیلا (٧) ۔ وہ عورتیں جو هم جنس پرستی کا راتکاب کرتی ہیں اور ان پر چار گواہ گواہی دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اللہ تعالی ان کے لئے اور کوئی راستہ بنائے ۔ یہاں سبیل سے مکمل توبہ اور ساتھ ہی ذہنی اور جسمانی علاج و اصلاح مراد ہے ۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے ,, والذان یاتیانها منکم فاذوهما فان تابا واصلحا ، فاعرضوا عنهما ان الله کان توابا رحیما (٨) " ۔ یعنی وہ دو مرد جو آپس میں هم جنس پرستی کریں تو ان کو ایزا دو یعنی ان کو جسمانی سزا دو ۔ سزا کے بعد اگر وہ توبہ کرے اور اپنی اصلاح کریں تو ان کے ساتھ مزید چھیڑ چھاڑ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالی بہت مہربان ہے وہ توبہ قبول کرتا ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعزیری سزاؤں میں اولی الامر اور قضاة مختار ہیں ۔

ارتکاب محظور و حرام کے بحث میں ذکر کیا جا چکا ہے جن میں فساد اخلاق وغیرہ ہے یعنی اگر کوئی عورت یا مرد عورتوں ، مردوں یا بچوں اور بوڑھوں کے اخلاق کردار ، گفتار وغیرہ کو تباہ و فاسد کرتے ہیں یا ایسے افعال اور اقوال کا پرچار کرتے ہیں جن سے معاشرے میں فساد ، بدکرداری اور بے راہ روی پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسے فرد یا افراد کو مناسب تعزیری سزا دینا لازمی ہے۔ جیسے حضرت ام سلمہ سے روایت ہے۔

عن ام سلمه قالت کان عندی مخنث فقال لعبد الله اخی ان فتح الله علیکم الطائف ادلک علی ابنه غیلان فانها تقبل باربع وتدبر بثمان فسمع رسول الله صلعم قوله فقال لایدخلن هولاء علیکم (۹) ۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنثین کو مدینہ منورہ سے نکال دیا یعنی شہر بدر کیا اس واقعہ میں مزید کسی دوسری سزا کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بوقت ضرورت اور سخت جسمانی سزائیں نہیں دی جاسکتیں بلکہ قاضی اور اولی الامر جیسے مناسب سمجھیں اس قسم کے لوگوں کو سزائیں دے سکتے ہیں حضرت عمر نے نصر بن حجاج کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ یعنی شہر بدر کیا تھا کیونکہ اس پر الزام تھا کہ اس کے اقوال و افعال شکل اور صورت سے بالواسطہ یا بلا واسطہ عورتوں کا اخلاق ، کردار و گفتار مجروح ہوتا ہے۔ اور معن بن زائدہ کو جعلی دستاویزات کے ذریعے بیت المال سے رقم نکلوانے پر دیگر تعزیری سزائیں دینے کے علاوہ شہر بدر بھی کیا تھا۔

اسی طرح حضرت عمر نے صبیغ کو قرآن کریم کے بعض الفاظ جیسے الذاریات و المرسلات اور اس جیسے دوسرے الفاظ و کلمات کے

بارے میں بغیر علم الٹے سیدھے سوالات کرنے پر دیگر تعزیری سزائیں دینے کے علاوہ ملک بدر کیا تھا ۔ پہلے عراق بھیجا گیا تھا بعد میں شام میں جلاوطن کیا تھا حضرت عثمان نے مجرم کو حجاز سے نکالکر مصر بھیج دیا تھا ۔ حضرت علیؓ نے مجرم کو علاقہ بدر کرکے بصرہ بھیج دیا تھا ۔ خلاصہ یہ کہ ایسے مجرموں کو ملک یا شہر بدر کرنا ضروری ہے جن کے جرائم سے دوسرے لوگوں کے اخلاق اثر انداز ہوں اور ایسا ماحول پیدا ہونے کا خطرہ ہو جس سے ان کے جرائم کی حمایت اور ارتکاب دوسرے لوگ بھی کریں ۔ لہذا لوگوں کو ان کے شر سے بچانے کیلئے انہیں ملک یا شہر بدر کیا جانا ضروری ہے۔ ان تمام امور کو اولی الامر اور قضاۃ ھی مناسب طریقے اور مصلحت وقت و مکان کے مطابق حل کر سکتے ھیں ۔

کسی کو ملک یا شہر بدر کرنا محدود ہے یا غیر محدود ؟

احناف کے نزدیک تعزیر یعنی ملک بدر کرنا حد زنا میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہے ۔ لہذا حد زنا میں تعزیر عام یعنی ایک سال محدود نہیں ہے بلکہ سال سے زیادہ بھی مجرم کو جلا وطن کیا جا سکتا ہے۔ مالکیہ کے نزدیک تغریب اگرچہ زنا میں حد ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسے تعزیراً سال سے زیادہ جائز قرار دیتے ھیں کیونکہ «من بلغ حدا فی غیر حد فھو من المعتدین» یعنی جو غیر حد میں حد کے برابر سزا دے وہ زیادتی کرتا ہے ان کے نزدیک قطعاً منسوخ ہے۔ بعض شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی جلاوطنی، ایک سال سے زیادہ جائز ہے۔ ان میں سے جو لوگ تغریب یعنی جلاوطنی کو جرم زنا میں حد سمجھتے ھیں ان کے نزدیک جلاوطنی تعزیر میں ایک سال سے

کم ہونی چاہیئے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تغریب یعنی مجرم کو ملک یا شہر بدر کرنا تعزیری سزا ہے اس کی کوئی مدت متعین نہیں بلکہ معاشرتی حالات اور مصلحت وقت مکان ، جرم کی شدت و خفت ، مجرموں کی نفسیات،شخصیت وغیرہ تمام کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی اولی الامر فیصلہ کرے گا کہ تعزیری سزائیں جن میں سے کسی کو ملک یا شہر بدر کرنا شامل ہے کی مدت کتنی متعین کریں ۔ انہیں یہ بھی اختیار ہے کہ حبس دوام جو مشروط بالاصلاحِ والتوبہ ہے کی طرح تغریب یعنی جلاوطنی دائم کو بھی مشروط بالاصلاح والتوبہ کریں ۔ جیسے حضرت عمر نے صبیغ کو متعدد تعزیری سزائیں دے کر اسے حجاز بدر کرکے عراق بھیج دیا ۔ جہاں وہ رہا اور اپنے کردہ جرائم کا خمیازہ بھگتتا رہا یہاں تک کہ اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی جس کے حسن توبہ اور مکمل اصلاح کا باقاعدہ حضرت ابو موسی الاشعری معائنہ اور نگرانی کرتے رہے ۔

آخر کار جب حضرت ابو موسی الاشعری کو اس کی حسن توبہ اور مکمل اصلاح کا یقین ہو گیا تو آپ نے حضرت عمر کو صبیغ کے حسن توبہ اور اصلاح کے بارے میں لکھا یعنی ایک تحریری سند ارسال کی جس کے جواب میں حضرت عمر نے ان کی سزا تغریب کو ختم کر دیا اور اس کو لوگوں سے بات چیت اور میل ملاپ کی بھی اجازت دے دی ۔

شرعی تغریب کس طرح ہوتی ہے

کسی مجرم کو ملک یا شہر بدر کرنا ایک ایسی تعزیری سزا ہے جو حبس سے کم نہیں ہے ۔ حضرت ابن قیم الجوزیہ کا یہ فرمانا کہ حبس شرعی سے مراد یہ نہیں ہے کہ کسی مجرم کو تنگ مکان میں

بند کیا جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مجرم کو تمام شخصی اور ذاتی تصرفات سے روکا جائے مجرم چاھے مسجد میں ہو یا کسی گھر میں ہو ۔ ابن قیم الجوزیہ کی خدمت میں بادب عرض ہے کہ تعزیری سزائیں غیر منصوص ھیں اور یہ مفوض الی اولی الامر ھیں وقت کے تقاضوں زمان و مکان مجرم اور جرم کی شدت و خفت اور سزا کا نتیجہ وغیرہ سب کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرنا ہوتا ہے ۔ آج کل کے مجرم کو موجودہ حالات کے مطابق سزا حبس دینی ہوگی ۔ اگر ان عادی مجرموں کو مسجد یا گھر میں رکھا گیا تو اس کا نتیجہ مزید جرائم اور تخریب کاری کے سوا کچھ نہں ہوگا ۔ لہذا سزا حبس وھی ہوگی جو آجکل کے پیشہ ور اور عادی مجرموں کیلئے مناسب ہو مثلاً قید بامشقت قید تنہائی وغیرہ ھیں ۔ جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کسی مجرم کو ملک یا شہر بدر کرنا سزا حبس سے کم نہیں ہے ۔ کیونکہ شرعی تغریب یہ ہے کہ مجرم کو جس جگہ منتقل کیا جائے وھاں اسکی کڑی نگرانی ہو وہ کسی سے بھی لین دین تو کیا بات چیت بھی نہ کر سکے ، نہ اسکے ساتھ کوئی بیٹھ سکے اور نہ ھی اٹھنے بیٹھنے اور کسی قسم کے تعلقات قائم کر سکے ، چنانچہ جب صبیغ کو ملک بدر کرکے عراق بھیج دیا گیا تھا تو اسکی کڑی نگرانی کی جاتی تھی ۔ یہاں تک کہ جس جگہ مسجد یا مکان وغیرہ میں اگر وہ ہوتا تو سو آدمی بھی اگر آتے ہوتے تو اس کے ساتھ بجائے علیک سلیک کرنے کے اس سے دور بھاگتے تھے ۔ کیونکہ حاکم شہر کی طرف سے اس کی مکمل نگرانی کی جاتی تھی ۔ تغریب یعنی جلاوطنی ایک ایسی تعزیری سزا ہے کہ اگر مجرم میں اپنے شہر عزیز

و اقارب اور جائیداد وغیرہ منقولہ وغیر منقولہ سے ذرہ بھر بھی محبت ہو تو اس کی اصلاح اور توبہ نصوحا کیلئے کافی ہے ، دوسرے معنی میں مجرم کا ملک یا شہر بدر کرنا ایک ایسی بدنامی اور بدنما داغ ہے جو لوگوں کیلئے سبق عبرت ہے۔ جہاں سے وہ جرم کی وجہ سے نکال دیا جاتا ہے اور جس جگہ وہ منتقل کیا جاتا ہے ، دونوں جگہوں کے لوگوں کی نظروں میں وہ ایک بدنام اور قابل نفرت ہوتا ہے۔ اگر اتنی بدنامی اور ذہنی ایذا کے بعد بھی وہ اپنی اصلاح نہیں کر پاتا تو پھر اولی الامر مزید سزائیں دے یا اسے اصلاح کیلئے قید تنہائی میں رکھے اور لاعلاج مجرم کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

مجرم کو ملک یا شہر بدر کرنے کے بعد کہاں منتقل کیا جائے ؟

اگرچہ فقہاء کا اس میں کچھ اختلاف ہے مگر متفقہ امر اور خلفاء راشدین کا عمل یہ رہا ہے کہ مجرم کو دارالحرب میں جلاوطن نہ کیا جائے ایک شخص جس کو حضرت عمر نے ملک بدر کیا تھا اور وہ سیدھا ہرقل کے پاس پہنچا جو نہ صرف مرتد ہوا بلکہ اسلامی ریاست کا دشمن اور اس کے خلاف جاسوس بھی بن گیا جس پر افسوس کرتے ہوئے حضرت عمر فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں پھر کسی مسلم کو ملک بدر یعنی دارالاسلام سے باہر نہیں نکالوں گا۔ لہذا مجرم کو دارالاسلام اگر ملت اسلامیہ تمام ایک ہی مملکت ہوں سے باہر منتقل نہ کیا جائے لیکن سوال یہ ہے کہ آج کل نہ تو تمام ملت اسلامیہ ایک مملکت ہے اور نہ ہی مختلف مسلم ممالک میں سے کوئی ملک کسی مجرم کو ویزا دینے کو تیار ہوگا سوائے اس کے کہ اگر دو ملکوں کے آپس میں اختلاف ہوں تو پھر آج کل کی اصطلاح

کے مطابق ایسے مجرموں کو سیاسی پناہ مل جاتی ہے جیسے روس اور امریکہ کے درمیان بالفاظ دیگر مشرق اور مغرب ، اگر مشرق مجرموں کو ملک بدر کرتا ہے تو انہیں مغرب والے پناہ دیتے ہیں ۔ مغرب والے چونکہ کسی شہری کو ملک بدر نہیں کرتے ہیں اس لئے مغرب کا کوئی شہری اگر قانونی گرفت یا اور کسی وجہ سے بھاگ کر مشرق میں پناہ طلب کرتا ہے تو عام طور سے اسے پناہ مل ہی جاتی ہے ۔ ویسے بھی مغرب والے سیاسی پناہ ہر اس آدمی کو دیتے ہیں جس کے بارے میں انہیں یقین ہو جائے کہ یہ شخص کسی سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے ۔ اور اس کے ملک کی برسراقتدار حکومت اس پارٹی کے اراکین پر سیاسی اختلافات کی بنا پر ظلم کرتی ہے اور انہیں گرفتار کرنا چاہتی ہے ۔

خلاصہ یہ کہ آج کل اس دور میں اگر کسی مجرم کو ملک بدر کرنا چاہے تو عام طور پر سوائے مشرق یعنی کیمونسٹ ممالک خاص کر روس مجرموں (بقول ان کے منحرفوں) کو ملک بدر کرتے ہیں یا مشرق اور مغرب کے ایک دوسرے کے ممالک میں سے بھاگ کر سیاسی پناہ لیتے ہیں جو عام طور سے منظور ہوتی ہے یہ سب کے سب سیاسی مجرم ہوتے ہیں اگر اخلاقی مجرم ہوں تب بھی وہ سیاسی جرم کی چادر اوڑھ کر پناہ حاصل کرتے ہیں ۔

۲ ۔ غیر سیاسی مجرم کو آج کل نہ ملک بدر کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی ایسے مجرموں کو قبول کرتا ہے ویسے بھی آج کل ایک ملک سے دوسرے ملک جانا مشکل ہے چہ جائے کہ ہم کسی ملک میں مجرموں کو بھیجیں اس کے علاوہ اور بہت سے مواقع ہیں جن کی

وجه سے مجرم تو کیا عمرے اور حج کیلئے جانا بھی ایک مشکل امر ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ تعزیری سزا میں کسی مجرم کو صرف اندرون ملک ھی شہر بدر کیا جا سکتا ہے۔ خلفاء راشدین کے عہد میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا ۔ تمام اسلامی امت ایک مملکت تھی لہذا مجرموں کو صرف اندرون ملک کسی دوسرے شہر بدر کرتے تھے آج کل جو ممالک الگ الگ ہیں وہ اس وقت ایک ھی مملکت تھی ۔ چنانچہ حضرت عمر نے مجرم کو مدینہ منورہ سے نکال کر عراق اور شام بھیج دیا تھا ۔ حضرت عثمان نے مصر بھیج دیا تھا اور حضرت علی نے بصرہ بھیج دیا تھا ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اس پر عمل کرتے تھے ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جس شہر میں مجرم کو بھیج دیا جائے وھاں اس کے عزیز و اقارب حواری وغیرہ نہ ہوں ۔ مجرم کو جتنا دور ھی رکھا جائے اتنا زیادہ مناسب ہوگا لیکن یہ ضروری ہے کہ حاکم شہر اس کی کڑی نگرانی کرے ۔ مختصر یہ کہ شہر بدر کرنا بعینہ آج کل اپنے شہر سے باھر ایک قسم کی نظر بندی ہے جو عوام سے قطع تعلق کڑی اور سخت نگرانی میں ہوتا ہے مگر ایک سیاسی ہوتا ہے دوسرا غیر سیاسی مجرم ہوتا ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ جدید قوانین میں سیاسی مجرم کو آرام و آسائش میں نظر بند رکھا جاتا ہے ۔ جبکہ شرعی جلاوطنی یا نظر بندی میں سیاسی اور غیر سیاسی مجرم کی تمیز نہیں کی جاتی تھی اور نہ ھی ہے۔ دونوں میں سے کسی کو بھی سوائے ایسی بنیادی چیزیں مثلاً معمولی روٹی ، پانی اور تن ڈھانپنے کیلئے ضروری کپڑوں کے علاوہ رعایت دینے کی اجازت نہیں ہے۔ صرف اتنا کھانا پینا دیا

جائے جو اس کی زندگی کیلئے ضروری ھو بعینہ اسی طرح شرعی حبس یعنی جیل میں ایک قیدی کا حال ھوتا ہے۔

مالی جرمانہ

جن جرائم کی سزائیں قرآن و سنت میں مذکور ھیں ۔ جیسے حدود اور قصاص میں سے اگر کوئی کسی کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا جسمانی ، بدنی ذھنی اور قتل خطا میں سزا کے ساتھ ساتھ مالی سزا بھی ہے۔ جب واجب القصاص جرائم میں چاھے وہ مقتول اور مجروح کا عوض ھی کیوں نہ ھو مالی سزا ہے۔ تو غیر منصوص سزاؤں میں بطریق اولیٰ ھونی چاھیئے ۔ یہ تو تھا ثبوت غرامہ کیلئے نص قطعی سے استنباط جس سے ثابت ھوتا ہے کہ تعزیری جرائم کی سزاؤں میں ایک اھم سزا غرامہ یعنی جرمانہ بھی ہے۔ منصوص اور غیر منصوص سزاؤں میں مالی سزا کی دوسری اھم قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں کا تعین اور مقدار اولی الامر کے صواب دید پر ھوتا ہے۔

غرامہ یعنی جرمانہ کی اقسام

مالی سزا یعنی جرمانہ کی تین قسمیں ھیں ۔

۱ ۔ وہ جرمانہ جس میں مال کو ضائع کیا جاتا ہے۔

۲ ۔ غرامہ (جرمانہ) جس میں مال کو متغیر اور اسے اس کی اصلی شکل و صورت سے بگاڑا جاتا ہے۔

۳ ۔ وہ غرامہ (جرمانہ) جس میں مال اس شخص کو دیا جاتا ہے جس پر ظلم و زیادتی ھوئی ھو یا مدعی کو دیا جاتا ہے۔

۱ ۔ وہ مالی سزا جس میں مال کو ضائع کیا جاتا ہے: ان اشیاء کا کاروبار ہے جو منکرات ھیں اور جن کے اعیان اور صفات بالفاظ دیگر

اشکال و صور اور ان کا مادہ اسی طرح مظروف اور ظرف سب کو ضائع کیا جائے جیسے بت اور ان کا مادہ جس سے وہ تیار کئے جاتے ہیں ۔ اسی طرح لہو ولعب کے آلات جیسے آلات طرب و موسیقی کو ضائع کیا جائے کیونکہ یہ چیزیں لوگوں کو گمراہ کرتی ہیں اور فرائض منصبی سے روکتی ہیں ۔

یا جیسے شراب اور دیگر منشیات اور ان کے برتن اور وہ مکان اور ٹھکانے جہاں پر یہ تیار یا فروخت کئے جاتے ہیں کو توڑنا اور تباہ کرنا چاہئے کسی کا ذاتی مکان ہو یا ہوٹل و سرائے وغیرہ ہو۔حضرت عمر نے روشید نامی شخص کے ہوٹل جس میں منشیات فروخت ہوتی تھی کو جلایا اور فرمایا کہ تم روشید نہیں ہو فویسق یعنی فاسق ہو اسی طرح حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کے اس محل کو جلا ڈالا تھا جس میں رہتے ہوئے لوگوں کی اس تک رسائی مشکل ہو گئی تھی ۔ آپ نے اس محل کو جلایا تاکہ وہ عوام کے ساتھ رہیں کسی سے چھپا ہوا اور دور نہ رہیں۔ بت سازی اور مجسمہ سازی میں فرق یہ ہے کہ بت سازی خاص ہے ان مقدس اشخاص کے مجسمے بنانے کے ساتھ جنہیں مذہبی اور روحانی و غیبی تقدس حاصل ہو جیسے نبیوں ، رسولوں اور اولیاء کے مجسمے بنانا جن کے سامنے جھکنے کو خدا تک لےجانے اور قریب کرنے کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ جس کو قرآن نے ,, ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفا ،، (یعنی ہم ان کی اس لئے پوجا کرتے ہیں کہ ھمیں خدا کے قریب کریں) سے بیان کیا ہے۔ بیت اللہ میں سب سے بڑا بت حضرت ابراھیم کا تھا ۔

اسلام میں مجسمہ سازی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ دوسرے مذاہب اور دوسری تہذیبوں میں مجسمہ سازی آج کل فنون لطیفہ میں سے ایک اہم فن ہے۔ اسی طرح بڑے سیاسی انقلابی یا بادشاہوں اور ان کے خاندان کے افراد کے مجسمے بنائے جاتے ہیں ۔ اور ان مذاہب اور تہذیبوں میں اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ تاہم اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ۔ یہ آج کل دنیا کے ہر ملک میں ایک اہم فن ہے۔ جس کو بڑی عزت و وقار سے دیکھا جاتا ہے ۔ جہاں تک آلات موسیقی وغیرہ ضائع کرنے کا معاملہ ہے تو عہد حاضر میں آلات موسیقی باقاعدہ طور پر مال متقوم ہے۔ بین الاقوامی طور پر ان کے بڑے پیمانے پر خرید و فروخت ہوتی ہے۔ مسلم اور غیر مسلم ممالک میں بڑے بڑے موسیقار اور مغنی ہیں یہ آج کل ایک ایسا فن بن گیا ہے جو ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ہر گھر میں ہر وقت سنا اور دیکھا جاتا ہے۔ بعض صوفیاء کرام نے خاص شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔ یعنی اگر اشیاء بالا کا لین دین خرید و فروخت گانا بجانا وغیرہ باعث تخریب اخلاق ہو تو ان کا سد باب کرنا چاہیئے ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سے اجتناب کرنے والوں کیلئے واذا مروا باللغو مروا کراما یعنی اهل تقوی کا جب لغو (ان کے نزدیک) کا سامنا ہوتا ہے تو اس کی طرف التفاف و توجہ کئے بغیر عزت و کرامت کے ساتھ گذر جاتے ہیں زیادہ مناسب ہے تو بے جا نہ ہوگا ۔ باقی رہا لعب جس کے معنی کھیل کود کے ہیں اس کے آلات اور نفس لعب یعنی کھیل کود جب تک مخرب اخلاق اور کسی جانی اور مالی نقصان جیسے شرط لگانا وغیرہ کا باعث نہ

بنے اور نہ ہی اس قسم کا کوئی خطرہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ آج کل تفریح سے زیادہ ملک اور قوم کیلئے عزت و وقار اور شہرت کا اہم ذریعہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان بت اور مجسمہ شکن ہے اس کی اجازت نہ دی جائے دوسری بات یہ ہے کہ موسیقی اور اس کے آلات وغیرہ کو اگر ایسے حالات ہوں اور زمان و مکان کا بھی تقاضہ ہو تو اولی الامر اس کو ختم کریں اس میں سے مخرب اخلاق قسم کے ناچ گانے وغیرہ کو ہر صورت میں ختم کرنا ضروری ہے۔

وکذالک اخذنا فی کل قریہ اکابر مجرمیھا یعنی اسی طرح ہم ایک گاؤں اور قریہ کے بڑوں کو پکڑتے ہیں ۔ اس اصول کے مطابق حضرت علی نے ایک پورے گاؤں کو جلایا تھا ۔ جس میں شراب کا کاروبار ہوتا تھا ۔ آیت مذکورہ کے حکم کے مطابق مجرم اگرچہ بظاہر بڑے لوگ ہوتے ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ مجرموں کو نہ روکنا بھی جرم ہے۔ لیکن جہاں بڑے جرم کرتے ہوں تو چھوٹوں کا فرض ہے کہ وہ حاکم شہر و علاقہ کو ان کے جرائم سے مطلع کریں ۔ بصورت دیگر ان کا انجام بھی مجرموں جیسا ہوگا جیسے حضرت علیؓ نے کیا تھا ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے پانی ملا ہوا دودھ پھینکوا دیا تھا ۔ کیونکہ یہ ظلم ہے اسی طرح مصنوعات میں ملاوٹ کرنا جیسے کپڑوں کو ردی سینا اور اچھے دھاگے کے بجائے خراب اور ردی دھاگے سے بنانا ۔ لہذا ایسی مصنوعات جلانا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہیئے ۔ تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں ۔ اور ملاوٹ چور بازاری اور مصنوعات میں جعل سازی سے باز رہیں ۔ حضرت عمرؓ نے رسول

اللہ صلعم کے حکم پر معصفر کپڑے کو جلایا تھا ۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہ انسان کے ان اعضاء کو جن کے بغیر وہ زندہ رہ سکتا ہے ضائع کرنا ضروری ہے۔ جیسے چوری میں ہاتھ کو کاٹنا اور محاربت میں ہاتھ اور پاؤں دونوں کو کاٹنا ۔

جعلی مصنوعات اور دیگر ملاوٹ شدہ اشیاء زیادہ ہوں یا تھوڑی ہوں قیمتی ہوں یا کم قیمتی ہوں ، میں فیصلہ کرنا اولی الامر کے سپرد ہے ۔ اگر اسے تلف اور ضائع کرنے سے لوگوں خاص کر بنانے والوں اور فروخت کرنے والوں کیلئے زیادہ عبرت و زجر ہے ۔ اور مصلحت وقت کا بھی تقاضا ہے تو انہیں تلف اور ضائع کرنا ضروری ہے ورنہ ان اشیاء کو مساکین اور فقراء میں مفت تقسیم کیا جانا چاہیئے ۔ مجرموں کو اس کے علاوہ دوسری سزائیں دیں ۔ جو ملاوٹ کرے ، کم تولے ، چور بازاری کرے ، بلیک کرے اس کے علاوہ تجارت یا اموال تجارت میں کسی قسم کا دھوکہ فریب کرے تو ایسے مجرم کو کوڑے مارے جائیں ۔ اور اسے قید کیا جائے اور بازار سے خارج کیا جائے ۔

۲ ۔ مالی سزا کی دوسری قسم

ایسی چیز جو معاشرے کے عرف رواج اور اسلامی روایات کے خلاف یا باعث تخریب عقائد ہو اور اس سے غلط رسم و رواج پیدا ہونے کا خطرہ ہو بشرطیکہ اسے بنانے والے غیر مسلم ہوں بوجہ ضرورت اسے ضائع اور تلف بھی نہ کیا جا سکے تو ایسی چیزوں میں اسلامی رسم و رواج کے مطابق تغیر و تبدل ضروری ہے جیسے رسول اللہ صلعم اس وقت غیر مسلموں کے جاری کردہ سکوں ، دنانیر اور درہم میں کندہ کئے ہوئے صورتوں کو ضرورت کے مطابق تبدیل و تغیر

کی اجازت دیتے تھے ۔ لیکن اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو اس میں رگڑ
تغیر اور توڑ پھوڑ سے منع کرتے تھے ۔ یاد رہے کہ اس زمانے کے بعض
سکوں پر وقت کے بادشاھوں کے علاوہ بتوں اور ان کے عقیدے کے
مطابق مقدس شخصیتوں کے اشکال بھی کندہ کی جاتی تھیں اور یہ
بھی سب جانتے ھیں کہ اس زمانے میں بعض لوگوں کے لئے جو نئے نئے
اسلام میں داخل ہوئے تھے ۔ ایسی چیزوں میں تغیر و تبدل یا کم از کم
ان پر تنقید اور ان کی برائی کی نشان دھی کئے بغیر ان میں رسومات
جاھلیت کی پسندیدگی کا خطرہ پیدا ھو سکتا تھا اور اب بھی ایسے
حالات میں ایسی چیزوں کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اس طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک صورت اور پردوں
کے کپڑے پر صورتوں کے سروں کو کاٹا ۔ سر کاٹنے کے بعد وہ درختوں
جیسے بے جان ہو گئے ۔ مزید یہ کہ پردوں کے کپڑے تکیے بنوائے جو
ھمیشہ جسم کے نیچے روند جاتے ھیں ۔ خلاصہ یہ کہ اس پر اتفاق ہے
مذکورہ اشیاء میں سے کوئی بھی شے کسی فرد یا افراد یا معاشرے میں
تخریب اخلاق ، عقائد ، عادات ، صحیح رسم ورواج کے لئے باعث
خطرہ ھو تو ان میں سے وہ حصہ زائل کر دینا چاھیئے یا اگر ایک
مرکب چیز ہے تو اس میں کاٹ پیٹ وغیرہ کرنا ضروری ہے کیونکہ
ایسی بہت سی چھوٹی موٹی چیزوں سے لوگوں میں خاص کر کم عقل
اور کم علم و شعور لوگوں میں ضرورت سے زیادہ وسعت ذھنی و قلبی
پیدا ھو جاتی ہے۔ جو آخر کار اس مشہور بت پرستی اور لادینی
فلسفے کے اگر عملی نہ ھوں تو ذھنی طور پر تو ضرور قائل ھو جاتے
ھیں کہ ,, مقصد تو ہے دل کو بہلانا یہ مسجد ہے وہ بت خانہ چاھے
ادھر جائے چاھے ادھر جائے،،۔

۳ـ تعزیرات میں مالی سزاؤں کی تیسری قسم تملیک ہے۔

اگر کوئی شخص ترک واجب اور فعل ممنوع و حرام کا ارتکاب کرے تو اس پر مالی جرمانہ ہوگا ترک واجب کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر عذر شرعی نماز باجماعت نہیں پڑھتا ہے تو اس پر مالی جرمانہ ہوگا اس کا تعین اور تحدید قاضی اور اولی الامر کی صواب دید پر ہوگا۔ جیسے وہ مناسب سمجھیں اس کا تعین و تقرر کر سکتے ہیں ۔ اسی طرح دیگر وہ غیر منصوص امور جن میں ترک وجوب ہوتا ہے مناسب مالی یا جسمانی وغیرہ سزائیں قضاۃ اور اولی الامر کے سپرد ہے وہ جیسے مناسب خیال کریں ویسے ہی مجرموں کو راہ راست پر لانے کے لئے اقدامات کریں ۔ ارتکاب فعل ممنوع یعنی حرام کی بعض مثالیں ملاحظہ ہوں ۔ اگر کوئی شخص حرم مدینہ منورہ میں شکار کرتا ہوا پکڑا جائے تو جس نے اس کو پکڑا ہے شکاری کے ہتھیار اسی کے ہونگے ۔ اسی طرح اگر کوئی چور غیر حرز سے چوری کرے تو اس پر دگنا جرمانہ ہے۔ جو مسروق منہ کو دیا جائے گا اور اگر کوئی شخص مال مویشی محفوظ مقامات سے باہر کسی جگہ چراگاہ وغیرہ سے چرائے تو اس کو درے مارنے کے ساتھ ساتھ اس کو دوگنا جرمانہ بھی کیا جائے گا ۔

یہ حقیقت ہے کہ قحط اور حالت اضطراری میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹنا چاہیئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صاحب مال کا حق ہی ختم ہو جائے بلکہ تفتیش کے بعد اگر حالت اضطراری میں کوئی اس کا نعم البدل یا اس سے کم اور کوئی ذریعہ قوت لایموت کو تلاش کرنے پر قادر ہو سکے تو مال مسروق میں مالی تعزیر لازمی ہے

جیسے حضرت عمر نے ان بھوکے غلاموں کے مالک پر دوگنا جرمانہ کیا تھا جنھوں نے ایک بدو کی اونٹنی چرائی تھی۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کی گم شدہ چیز کو چھپائے تو اس پر بھی دوگنا جرمانہ ہے۔

مذکورہ بالا جرائم میں اتلاف مال و مکان اور اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کرنے یا مدعی کو دوگنا جرمانہ دینے کے ساتھ ساتھ اولی الامر کو یہ بھی اختیار ہے کہ مذکورہ بالا اشیاء کو بحق سرکار ضبط کرے۔ حکومت جیسا ، مناسب سمجھے ان جرمانوں کو خرچ کرے۔ آج کل عام طور سے اس پر عمل ہوتا ہے۔ خاص کر ایسے جرائم میں جو کسی ایک فرد یا افراد کے ساتھ ساتھ معاشرے اور مملکت کے لئے بھی مضر اور نقصان دہ ہوں۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ مدعی اپنے حق سے محروم نہ رہے۔ موجودہ جدید قوانین میں بہت سے مقدمات میں مجرم کو قید کی سزا یا سزائے قید مع جرمانہ دی جاتی ہے۔ مگر مدعی جس کا نقصان ہوتا ہے اس کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ مضر صحت ملاوٹ شدہ اشیاء کو لوگوں میں تقسیم نہ کرے بلکہ اسے اس طرح ضائع کرے کہ کوئی اسے دوبارہ صاف اور اس میں رد و بدل کرکے بازار میں خفیہ فروخت نہ کرے۔

تعزیر کی مذکورہ پانچ اقسام کے علاوہ اور بھی متعدد اقسام ھیں جن میں چند یہ ھیں :

١ ۔ ہجر اور مقاطعہ یعنی قطع تعلق یا بالفاظ دیگر سوشل بائیکاٹ یا حقہ پانی بند کرنا ۔

٢ ۔ عزل و توبیخ

٣ ۔ مجرم کی تشہیر

۴ ـ مجلس قضاء میں حاضر کرنا ـ

۵ ـ وعظ و نصیحت کرنا ـ

۱ ـ هجر ـ سزا هجر مجرم سے مکمل مقاطعه کو کهتے هیں اور اسے هر قسم کے تعلقات معاونت اور لین دین کسی بهی طریقے سے هو قطعاً ممنوع ہے ـ

نافرمان بیوی کی تادیب کے لئے قرآن کریم میں حکم ہے ,, واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع ،، (النساء ـ ۳۴)

یعنی جن عورتوں کی نافرمانی کا تمهیں خطره هو تو انهیں وعظ نصیحت کرکے راه راست پر لاؤ ـ اگر نه مانیں تو ان سے قطع تعلق کرو ، گهر سے نکالنے کے علاوه هر قسم کے تعلقات توڑ دو ـ اور اگر اس سے بهی وه باز نه آئیں تو انهیں مارو ـ مگر اس طریقے سے نهیں که اسے سخت چوٹ آ جائے یا هڈی وغیره ٹوٹ جائے ـ قطع تعلق عرف عام میں اگرچه کسی سے مکمل تعلقات ختم کرنے کو کهتے هیں ـ یعنی اسے کوئی بهی فرد کسی قسم کا تعلق اور واسطه نه رکهے ـ اس آیت میں انفرادی معامله کا ذکر ہے ـ عام مقاطعه کے لئے دلیل ملاحظه هو ـ

خود رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ان تین صحابه کرام سے مقاطعه کیا تها جو باوجود استطاعت کے غزوه تبوک میں شامل نهیں هوئے تهے ـ تین صحابه کرام جو کعب بن مالک ، مراره بن ربیعه العامری اور هلال بن امیه الواقفی جو پچاس دن تک مقاطعه میں رهے نه ان کے ساتهـ کوئی بات کرتا تها اور نه هی علیک سلیک اور نه کوئی ان کے ساتهـ کسی قسم کا لین دین کرتا تها ـ کوئی ان کے قریب سے بهی نهیں گذرتا تها ـ یهاں تک که جب انهوں نے مکمل توبه کی تو الله

تعالی نے ان کی توبہ کو قبول کیا ۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ :

,, وعلی الثلاثه الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیهم الارض بما رحبت وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لاملجا من الله الا الیه ثم تاب علیهم لیتوبوا ان الله هو التواب الرحیم ،، ۔ (التوبه ۔ ۱۱۸)

ترجمه : ,, وہ تین آدمی جو غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہوئے تھے انہوں نے اپنے کو پیچھے کر دیا تھا اس نافرمانی کی وجہ سے خدا کی اتنی بڑی زمین بھی ان پر تنگ ہو گئی ، وہ اپنے آپ سے بھی بیزار ہو گئے ۔ انہیں یقین ہو گیا کہ سوائے اللہ تعالی کے ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے پھر اللہ تعالی نے انہیں مکمل توبہ اور اصلاح کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی ۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں کی معذرت اور گناہ کے بعد نادم ہو کر رجوع قبول کرتا ہے ۔ وہ بڑا مہربان ہے"۔ اس بارے میں کچھ بحث ملک بدر کرنے کے باب میں گذر چکی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر نے صبیغ بن علی کو قرآن کریم کے الفاظ اور کلمات وغیرہ میں غیر متعلقه سوالات کرنے پر متعدد بار درے لگانے کے بعد ملک بدر کر دیا تھا اور عراق، کے جس شہر میں اسے رکھا گیا تھا وہاں پر اس کی کڑی نگرانی ہوتی تھی ۔ اسے لوگوں کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات حتیٰ کہ بات چیت اور علیک سلیک سے بھی منع کیا تھا ۔ جہاں پر وہ بیٹھا رہتا تھا ۔ سو آدمی بھی اگر وہاں پر آ جاتے تو اس سے دور دور چلے جاتے ۔ صبیغ بن علی اسی طرح رہا ۔ یہاں تک کہ حضرت ابوموسی نے اس کے حسن توبہ،مکمل اصلاح کے بارے میں حضرت عمر کو تحریر کیا جس کے بعد حضرت عمر نے اس کا مقاطعه ختم کیا اور اسے اپنے گھر آنے کی اجازت دے دی ۔

تعزیری سزاؤں میں سے کبھی کبھار مجرم کے لئے صرف سزا هجر و مقاطعه بھی کافی هوتا ہے۔ جیسے که غزوه تبوک میں شامل نه هونے والوں کو دی گئی تھی ۔ لیکن تعزیری سزائیں سب کی سب قضاۃ اور اولی الامر کے سپرد هیں ۔ جیسے حالات اور جس طرح جرائم کی بیخ کنی اور مجرموں کی زجر و اصلاح هو سکے ۔ مجرموں کو ویسے هی سزائیں دی جائیں مقاطعه کے ساتھ ساتھ دیگر سزائیں بھی دی جا سکتی هیں ۔

سزائے عـزل یعنی معزول کرنا

عزل یعنی معزول کرنا کسی شخص کواسکے منصب اور عهدے سے هٹانے اور محروم کرنے کو کهتے هیں ۔ هـر اس ملازم کو معزول کیا جائے گا ۔ جس کے ذمه کوئی کام سپرد کیا جائے اور اسمیں اس سے کوئی عملی یا مادی خیانت سرزد هو جائے ۔ یا جو کام اس شخص کے سپرد کیا گیا تھا اس میں جان بوجھ کر وہ کوتاهی کرے ۔ اس کی سزا میں اسے اس عهدے اور منصب سے معزول کرنا چاهیئے کیونکه اسے جس مقصد کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہ جان بوجھ کر یا نا اهلی کی وجه سے اسے پورا نهیں کر سکا ۔ اس کی یه کوتاهی افراد معاشره اور ملک کے لئے نقصان ده ہے۔

لهذا هر وہ ملازم جو اس امانت میں خیانت کرتا هو جو اس کے سپرد کی گئی ہے ، اسے اس کے منصب اور عهدے سے معزول کیا جانا چاهیئے ۔ کسی بھی محکمے میں هو ، وزارت داخله ، خارجه ، خزانه میں یا وزارت عدل ، قانون اور اوقاف میں هدیه قبول کرتا ہے وہ جرم ہے ۔ اسے معزول کرنا چاهیئے ۔ وہ عمال جو زکوۃ، عشر اور خراج کو جمع کرنے پر مامور کئے جاتے هیں جیسے آج کل انکم ٹیکس ، کسٹم

اور دیگر سرکاری واجبات وصول کرنے والا عملہ اگر اپنی ذاتی خواہش اور مفادات کی خاطر بعض لوگوں سے سرکاری واجبات مثلاً زکوۃ ، عشر اور خراج موجودہ زمانہ میں انکم ٹیکس وغیرہ وصول کرتا ہے اور بعض لوگوں سے سودا بازی کر کے وصول نہیں کرتا تو ایسے ملازمین کو نہ صرف ملازمت سے معزول کئے جائیں بلکہ ان پر مالی جرمانہ اور انہیں جسمانی سزا بھی دینا لازمی ہے۔ کیونکہ یہ قوم اور ملک کے مجرم ھیں ۔

اسی طرح وہ اولی الامر (حاکم) جو رشوت اور کام کے بدلے یا اپنے عہدے کے جاہ و جلال سے لوگوں کو مرعوب کرکے ھدیے لیتا ھو تو ایسے حاکم اعلی کے عہدہ سے نہ صرف معزول کیا جائے بلکہ اسے دیگر سزائیں بھی دی جائیں ۔ کیونکہ جب اولی الامر بھی حرام اور منکرات کا ارتکاب کریں تو عام لوگ تو بطریق اولی منکرات کا ارتکاب کریں گے جس سے نہ صرف معاشرہ تباہ و برباد ھوگا بلکہ مملکت کا وجود بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ جو حاکم اپنی رعایا پر بلاوجہ ظلم کرے اسے بھی معزول کرنا چاھیئے ۔ اگر کوئی فوجی حالت جنگ میں یا امن میں بغیر اجازت کے فوج سے بھاگ جائے تو اسے معزول کرنے کے ساتھ دیگر سزا بھی دی جائے ۔ تاکہ کسی اور کو یہ جرأت نہ ھو سکے ۔ اور ھر وہ حاکم یا قاضی جو اللہ تعالی کے بتائے ھوئے حکم کے خلاف فیصلہ دے یا منکرات کو روکنا چھوڑ دے تو ایسے حاکم یا قاضی بھی معزول کرنے چاھیئیں ۔ کیونکہ ایسے ماتحت حکام اور قاضی معاشرے کے لئے باعث فساد و تخریب ھوتے ھیں ان کے فیصلوں سے جرائم کے استیصال کی بجائے انہیں مزید تقویت پہنچتی ہے اور فروغ حاصل ھوتا ہے ۔ اس میں ملک کی تباھی و

بربادی ہے ۔ اسی طرح ہر وہ حاکم و قاضی یا کوئی بھی سرکاری افسر جو مجرموں سے رشوت اور مال لے کر حدود معطل کریں تو ایسے عہدے داروں کو چاہے وہ حاکم ہو یا قاضی ، فوری طور پر معزول کرنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ ان کو دیگر سزائیں بھی دینا چاہیئے ۔

اسی طرح ایسے با اثر سرکاری عہدے دار ، ملازم چاہے گورنر ہو یا وزیر ہو کے جاہ و جلال سے اگر مجرم اقامت حد سے اپنے کو بچاتا ہے اور یہ حضرات جانتے ہیں کہ یہ مجرم یا مجرمین ہماری وجہ سے حدود سے بچ رہے ہیں اور سرکاری عہدے دار ان سے قطع تعلق نہیں کرتے ہیں اور اس الزام کی صفائی بھی پیش نہ کر سکیں تو ایسے سرکاری ملازمین چھوٹے اور عام ملازمین ہوں یا بڑے سے بڑے سرکاری عہدے دار ، چاہے وزیر اور گورنر ہو یا حاکم اعلی ہو سب ہی کو معزول کرنا ضروری ہے ۔ اور معزولی کے ساتھ ساتھ انہیں جسمانی اور مالی سزائیں بھی دی جائیں تاکہ دیگر حکام اس سے عبرت حاصل کریں ۔ جو قاضی جان بوجھ کر غلط فیصلہ کرے یا اپنے فیصلے میں ایک فریق پر ظلم کرے اسی طرح جو آدمی عہدہ قضا کو رشوت دے کر حاصل کرے یا حاکم اور قاضی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد فسق و فجور کا ارتکاب کریں مثلاً رشوت یا زنا یا دوسری گناہ کبیرہ کا ارتکاب کریں تو انہیں معزول کرنے کے ساتھ ساتھ ارتکاب منکرات پر انہیں دیگر سزائیں بھی دیں اور قصداً ظالمانہ فیصلہ دینے کی صورت میں حاکم یا قاضی پر مالی اور جسمانی ضمانت بھی واجب ہے ۔ کوئی ملازم ، افسر ہو یا عام سرکاری ملازم ، یا ماتحت حاکم ہوں یا قاضی ہوں کسی سرکاری

عہدے سے اگر حقوق مملکت میں خیانت کریں یا لوگوں کے حقوق میں غبن اور خیانت کریں یا کسی کو جسمانی ایزا دیں تو ایسے لوگوں کو اپنے عہدوں اور نوکریوں سے معزول کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر سزائیں دینے کے علاوہ ان پر مالی خیانت اور غبن یا عہدہ قضا کو رشوت سے حاصل کرنا وغیرہ اسی طرح ظالمانہ فیصلہ دینے میں جسمانی ایزا کا بدلہ بھی ان پر واجب ہے۔

اور اگر مذکورہ بالا حضرات ان جرائم کے عملی طور سے مرتکب نہیں ہوئے ھیں لیکن ان کی بدیانتی ، امانت میں خیانت ، لوگوں پر ظلم اور قضاء بالجور وغیرہ کا مکمل طور سے یقین ھو جائے کہ یہ حضرات موقع ملتے ھی کسی بھی قسم کے منکرات کے ارتکاب سے دریغ نہیں کریں گے تو ایسے حالات میں ان لوگوں کو صرف ان ملازمتوں اور عہدوں سے معزول کیا جائے۔ یہی سزا ان کے لئے کافی ہے جیسے حضرت عمر نے بعض ان عمال کو معزول کیا تھا جو شراب پر مشتمل اشعار کو بطور مثال کے پیش کرتے تھے۔ پہلی صورت میں جن کا مفصل ذکر کیا جا چکا ہے عزل یا کسی کو اس عہدے سے معزول کرنا بھی ایک سزا ہے اور دوسری صورت میں معزولی اصلی سزا ہے کیونکہ ایسے مجرموں کیلئے فوری طور پر مزید سزاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔

مجرم کی تشہیر

مجرم کی تشہیر کے بارے میں فقہاء کرام متفقہ طور سے حضرت عمر کے فرمان کے مطابق عمل کرنے کو ایسے مجرموں کے لئے جو معاشرے کے لئے ناسور اور تباھی کے باعث ھوں ضروری قرار دیتے ھیں فرماتے ھیں کہ جھوٹے گواھوں کے لئے قاضی اور اولی الامر تشہیر

کے علاوہ بھی سزا یا سزائیں حالات ، مصلحت ، مجرم اور جرم کو کو مدنظر رکھتے ہوئے تجویز کر سکتے ہیں ۔ جیسے کہ حضرت عمرؓ سے مروی ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ جھوٹے گواہوں کو چالیس درے مارو اور ان کا منہ کالا کراکر شہر میں پھراؤ تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کیونکہ جھوٹی گواہی کو قرآن کریم نے شرک باللہ کے برابر قرار دیا ہے ۔ جیسے ارشاد باری تعالی ہے (فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور)(۱۰) یعنی بت پرستی کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹی گواہی سے دور رہیں مزید تفصیل آگے آ رہی ہے ۔

تشہیر

تعزیری تشہیر ایک ایسی سخت اور عبرت ناک سزا ہے جس میں مجرم کو دیگر جسمانی اور مالی سزاؤں کے ساتھ حاکم وقت جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے ۔ مجرم کو برسرعام ماریں پیٹیں ۔ اس کا منہ کالا کرائیں اور گدھے یا کسی اور جانور پر سوار کراکر شہر اور قرب و جوار کے علاقوں میں پھرائیں اور سب لوگوں کو بتائیں کہ یہ جھوٹے اور پیشہ ور گواہ ہیں اور اجرت لے کر ہر قسم کی جھوٹی گواہی دیتے ہیں ۔ خبردار ان سے بچوہوشیار رہو اور ان کو نہ کسی مقدمے میں گواہ بناؤ اور نہ ہی کسی مقدمے میں تمہارے خلاف ان کو بحیثیت گواہ قبول کرو ۔ اسی طرح سزائے تشہیر دوسری سزاؤں کے علاوہ اس چور پر جو کسی وجہ سے حد سرقہ سے بچ گیا ہو اور وہ مرد یا عورت جو لوگوں کے اخلاق کو بگاڑتے ہوں اور وہ قاضی جو عمداً فیصلہ دینے میں ظلم کرتا ہو اور ان جیسے دوسرے مجرموں پر جاری کرنا ضروری ہے تاکہ عوام کے سامنے اصلی

شکل میں پیش ھو کر لوگ انھیں پہچان لیں ۔ اور ان کے ظلم ستم تخریب فساد ، مکرو فریب وغیرہ سے محفوظ رھیں ۔

مجرموں کی تشہیر ھر زمانے اور مقام میں مختلف طریقوں سے ھوتی رھی ہے۔ آج کل اشتہاری مجرم یا سرکاری یا نیم سرکاری اداروں سے جب کوئی خیانت ، غبن ، دھوکہ کرتا ہے تو اسے ملازمت سے الگ کرکے اس کے خلاف اخبار میں اشتہار دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص یہ جرم کر چکا ہے اس کے ساتھ کوئی لین دین نہ کریں ورنہ ھم ذمہ دار نہیں ھونگے اور اس سے ھوشیار رھیں ۔

تـو بیـخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ توبیخ قولی سزا ہے۔ یہ سزا اس شخص کو دی جاتی ہے جس کے متعلق مکمل یقین اور اس پر پورا بھروسہ ھو کہ یہ اس کے لئے جسمانی اور مالی سزا سے زیادہ یا اس کے برابر مفید ثابت ھوتی ہے جیسے حضرت ابو ذرغفاری فرماتے ھیں کہ انہوں نے ایک شخص کو گالی دی اور اس کی ماں کے نسب کے بارے میں غلط بیانی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غصہ کرتے ھوئے) فـرمایا اے ابو ذر تم نے اس کی ماں کی شان میں گستاخی کی ۔ بے شک تم میں جاھلیت ہے۔ اسی طرح عبدالرحمان بن عـوف اور ایک غلام کے درمیان جھگڑا ھو گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو عبدالرحمن بن عوف غصے میں آ گئے اور غلام کو گالی دے کر کہا اے ابن السوداء یعنی اے کالی عورت کے بچے جس پر رسول اللہ صلعم سخت غصہ ھوئے اور اپنے ھاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ سفید کے بیٹے کو کالی کے بیٹے پر فوقیت نہیں مگر حق کے ساتھ۔

(یعنی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) جس پر عبدالرحمن بن عوف بہت نادم ہوئے ۔ اور اس غلام سے معافی مانگتے ہوئے اپنا گال زمین پر رکھ کر غلام کو کہا کہ اس وقت میرے گال کو زمین پر رگڑو جب تک تم راضی نہ ہو جاؤ ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر دشمن کے خلاف جہاد پر فوج بھیجی انہوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور جب فوجی واپس آئے تو ریشم اور دیباج پہنے ہوئے تھے ۔ حضرت عمر نے جب ان کو دیکھا تو غصہ سے آپ کا چہرہ تبخیر ہوہوگیا اور ان سے منہ پھیرلیا جب فاتح فوج نے عرض کی کہ آپ نے بجائے مبارک باد اور خوش آمدید کہنے کے ہم سے اعراض کیا تو حضرت عمر نے فرمایا پہلے دوزخیوں کا لباس اتار پھینکو اس کے بعد انہوں نے ریشم اور دیباج کے کپڑے اتار دیئے ۔ حضرت عمر کی یہ ڈانٹ ڈپٹ اور سخت رویہ ان کے لئے قولی سزا تھی جس سے وہ راہ راست پر آ گئے ۔ مجرم یا ملزم سے قاضی کا اعراض اور اس کی طرف ترش روئی سے دیکھنا ، اسے مجلس قضاء سے اٹھا کر باہر کرنا قاضی کا اس کو سخت ست اور اہانت امیز طریقہ سے ڈانٹنا توبیخ میں شامل ہے ۔ لیکن ان کلمات سے مجرم پر قذف کا الزام نہ آتا ہو یہ سزا یعنی توبیخ اعلام ، احضار اور وعظ وغیرہ جیسے تعزیریں ان مجرموں کے لئے ہیں جو پہلی مرتبہ جرم کر چکے ہوں اور ان کا مزاج جرائم پیشہ نہ ہو یہ جرم کسی کے بہکانے یا اتفاقاً سرزد ہوا ہو اور یہ جرم بھی کوئی زیادہ خطرناک نہ ہو کیونکہ بڑے جرائم کے مجرم چاہے پہلی بار ہی جرم کریں ان کے لئے وعظ و نصیحت کافی نہیں ہے ایسے مجرموں کے لئے قید ، شہر بدر کرنا ، درے مارنا اور قتل وغیرہ جیسی سزائیں ہیں ۔ کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ۔

احضـــار (حاضـر کرنا)

احضـار کے لفظی معنی کسی کو حاضر کرنے اور کرانے کے ھیں اصطلاح فقه میں کسی ملزم و مھتم کو مجلس قضاء میں قاضی کے سامنے حاضر کرانے کے ھیں تاکه قاضی خود اسے مخاطب ھو کر کھه دے که تمھارے خلاف ھمیں بتایا گیا ہے که تم ایسے ویسے فعل یا قول کے مرتکب ھوئے ھو۔ یه تعزیری سزا ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو اعـلام اور احضار کو بہت بھاری اور بڑی سزا کے برابر سمجھتے ھوں۔ ایسے لوگوں کے لئے نہیں جو مزاجاً و طبعاً جرائم پسند اور پیشه ور ھوں۔ اگر اعـلام اور احضـار کے جواب میں ملزم معـارضه کرے تو ثبوت الزام کے بعـد اسے مناسب سزا ھوگی اور اگر اعلام اور احضـار کے جواب میں کہا که اگر مجھ سے دانسته یا نادانسته کوئی فعل یا قول سرزد ھوا ھو تو میں معـذرت کرتا ھوں اور کسی کو میرے کسی فعـل یا قول سے جس سے میرا کسی کو ایذا رسانی کا ھر گز اراده نہیں تھا اور نه ھی آئینده کسی کو کوئی شبه ھونا چاھیئے وغیره وغیره تو اس پر اعلام اور احضار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

وعـــظ (نصیحت)

نصیحت کسی کو اس وقت کی جاتی ہے که جب کوئی شخص کچھ کرنے والا ہے اور اس کے بارے میں اسے یه معلوم نہیں ہے که یه فعل یا قول مشروع ہے یا غیر مشروع ہے یا مشروع ھوتے ھوئے بھی اس موقع پر یه قول اور فعل مناسب نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ,, واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن «

یعنی وہ عورتیں جنکی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو تو انہیں وعظ نصیحت سے سمجھا دو کہ یہ کام شرعاً ممنوع ہے۔ وعظ کبھی یاد دھانی کے لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس کو نصیحت کی جاتی ہو وہ بھول گیا ہو یا اس فعل و قول کی اہمیت اس کے ذہن میں پوری طرح برقرار نہ ہو۔ جیسے رسول اللہ صلعم نے عبادہ ابن الصامت کو اموال صدقات جمع کرنے کیلئے روانہ کرتے ہوئے فرمایا اے ابو الولید اللہ سے ڈرو زکوۃ کے مال میں سے جو بھی چیز چراؤ گے وھی چیز قیامت کے دن تمہارے کندھوں پر سوار ہوگی ، آوازیں نکالتی رھے گی۔ اونٹ ہو یا گائے بیل ہو یا بھیڑ بکری ہو مقصد یہ ہے کہ کسی بھی چیز میں خیانت نہ کرو ورنہ وھی چیز تمہارے خلاف بطور ثبوت پیش ہوگی۔ رسول اللہ صلعم کا یہ فرمان دونوں قسموں کے لوگوں کے لئے ہے۔ یعنی جن سے غفلت ہوئی ہو یا بھول گئے ہوں ان کے لئے یاد دھانی ہے اور نہ جاننے والوں کے لئے بتانا اور تعلیم دینا ہے۔ وعظ نصیحت ان لوگوں کے لئے ہے جن سے غفلت اور بھولے سے کوئی لغزش سرزد ہوئی ہو اور وہ لغزش یا جرم سے کوئی مادی نقصان نہ ہوا ہو اور قاضی کو یقین ہو کہ اس قسم کے ملزموں کے لئے وعظ و نصیحت کافی ہوگی۔

حوالہ جات

۱۔ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام شرح فتح القدیر ج ۷، ص ۱۱۰۔ شمس الدین محمد بن احمد السرخسی ، المبسوط ، ج ۹ ، ص ۳۶

۲ ـ . القــرآن ، سورة النساء ـ ۳۳

۳ ـ ابو عبدالله محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیة ، الطرق الحکمیة ص ۹ تا ۲۵

۴ ـ القــرآن ، النساء ـ ۱۵

۵ ـ عبدالله بن یوسف الزیلعی ص ۲۱ ، تبیین الحقائق ج ۳ ص ۲۰۸ ـ ابواسحاق ابراهیم بن علی الشیرازی ، المهذب فی فقه الامام الشافعی ج ۲ ؛ ص ۳۰۶ ـ شرف الدین موسی المقدسی ، الاقناع فی فقه الامام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۶۸

۶ ـ القرآن النساء ، ۳۴

۷ ـ القرآن ، النساء ، ۱۵

۸ ـ القــرآن ، النساء ـ ۱۶

۹ ـ ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی ص ۲۳ ؛ السنن الکبری ج ۸ ص ۲۲۳ : محمد ابن اسماعیل البخاری ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۱۰ ؛ ابو داؤد سلیمان بن الاشعث ، سنن ابی داؤد ج ۲ ؛ تقی الدین ابن تیمیه مجموعه فتاوی لابن تیمیه ج ۳ ص ۶۰۱

۱۰ ـ القــرآن ، الحج ـ ۳۰